جاءَ الۡحَقُّ وَ زَهَقَ الۡباطِلُ إِنَّ الۡباطِلَ کانَ زَهُوقاً (الاسراء-81)

بیعت کی حقیقت

محقق: نعیم عباس

استاد رہنما: مولانا احمد حسین فخر الدین صاحب

سال تحصیلی 2016-2017 رولنمبر 2505 کلاس علوم قرآن (رسائل سوم)

محل تحقیق: جامعۃ الکوثر اسلام آباد

فہرست مطالب

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین الصلاۃ والسلام علی محمد و آلہ الطاھرین

حق و باطل روز اول سے ہی برسرپیکار ہیں اور اہل باطل ہر زمانہ میں اپنے ہتھیار استعمال کرتے آئے ہیں مگر ہر میدان میں فتح اہل حق کو نصیب ہوئی کیونکہ اللہ کا اٹل فیصلہ ہے کہ جب حق آتا ہے تو باطل فنا ہو جاتا ہے۔اہل اسلام کے مابین اختلافی مسائل پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے جس میں ہر فریق خود کو حق ثابت کرنے پر دلائل دیتا ہے لیکن آخری فیصلہ منصف مزاج قارئین فریقین کی ادلہ دیکھنے کے بعد کرتے ہیں۔ان علمی تحریروں میں ایک بات اکثر دیکھی گئی فریق مخالف کی مبنی کو مبہم پیش کیا جاتا اور اپنے مبنی کو ثابت کرنے پر زور دیا جاتا تھا حالانکہ محقق کو کسی بھی مسئلہ میں غیر جانبدار ہو کر تحقیق کرنی چاہیئے تاکہ حق و باطل میں خلط نہ ہو اور طالب حق آسانی سے تمیز کر سکے۔اور متاسفانہ یہ روش اکثر شیعہ خیر البریہ کے خلاف استعمال کی گئی جس کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ طالب حق کے سامنے تشیع کی تصویر کو دھندلا پیش کیا گیا اور اس سے اہل اسلام میں بہت ساری غلط فہمیوں نے جنم لیا اور اتحاد اسلامی نے فرقہ ورانہ صورتحال اختیار کی۔اس معاملہ میں پہلا جرم اس قلمکار کا ہے جس نے شیعہ کتب کے اعتقادی مسائل کو غلط رنگ میں پیش کیا اور دوسرا جرم اس قاری کا ہے جس نے بغیر تحقیق کے تسلیم کر لیا اور اصل کتاب کی جانب رجوع نہ کیا اور اسی پر قانع ہو کر شیعہ کی خلاف نفرت کا زہر دل میں بھر لیا۔لہٰذا اس زمانہ میں لازم ہے کہ اتحاد اسلامی کے پیش نظر غیر جانبدار تحقیق پیش کی جائے اور فریق مخالف کے مبنی کو بھی واضح کیا جائے۔

اہل سنت نے خلفاء ثلاثہ کی خلافت کو حق ثابت کرنے کے لئے کئی ادلہ پیش کیں جن کے اہل حق نے مدلل اور مسکت جواب دیئے ہیں۔ان سب میں ایک بات جس کو اکثر کتب میں بیان کیا گیا کہ وہ بیعت کا مسئلہ ہے۔جس سے استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ شیعہ امامیہ کی کتب میں موجود روایت ثابت کرتی ہیں کہ امام علیؑ،امام حسنؑ اور دیگر آئمہؑ نے اپنے زمانہ کے خلفاء کے ہاتھ بیعت کی ہے اور ان ائمہ کا خلفاء کی بیعت کرنا ان خلفاء کی خلافت کے حق ہونے کی دلیل ہے۔

اس مختصر رسالہ میں ان تمام ادلہ جن کا تعلق مسئلہ بیعت سے ہیں کامل جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے نیز شیعہ کا بیعت کے بارے میں نظریہ بھی واضح کیا گیا ہے۔اور دوران تحقیق مسئلہ کو فیصلہ کن مرحلہ تک حل کیا گیا ہے۔ لیکن پھر بھی کسی مقام پر سہو قلم یا غفلت ہوئی ہو امید ہے قارئین متوجہ کریں گئے اور لغزش کو معاف فرمائیں گئے۔

اسی کے ساتھ میں اپنے تمام اساتذہ کا شکر گزار ہوں جب کی وجہ سے ہم آج اس قابل ہوئے ہیں کہ تشیع کی حقانیت واضح کر سکیں اور بالخصوص استاد محترم قبلہ آفتاب حسین جوادی صاحب کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس علمی میدان میں قدم قدم پر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی خداوند میرے تمام اساتذہ کو طول عمر عطافرمائے۔آمین بحق محمد وآلہ صلوات اللہ علیہم اجمعین۔

طالب دعا: نعیم عباس

پہلا باب:

پہلی فصل: بیعت کا لغوی معنی

بیعت "ب ی ع" کے مادہ سے مصدر ہے جس کا معنی باہمی معاہدہ ہے۔ بیع کا لفظ عربی زبان میں خرید وفروخت کے لئے بولا جاتا ہے علامہ وحید الزمان کیرانوی لکھتے ہیں

" باعَ یَبِیعُ بَیْعاً :۔ بیچنا، فروخت کرنا، سپلائی کرنا"

اور یہ مادہ عہد و پیمان کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے "بیعت :۔ عہد و پیمان "[1]

شرح مسلم میں امام نووی نے بھی اس کا معنی یہی بیان کیا

"المراد بالمبایعۃ المعاہدہ" یعنی مبایعت سے مراد آپس میں معاہدہ اور عہد و پیمان کرنا ہے "[2]

لیکن در اصل اس کا معنی وہی اقرار معاہدہ کے وقت ہاتھ میں ہاتھ دینا تھا پھر اسی معنی کا اطلاق اطاعت کے عہد و پیمان کیلئے استعمال ہونے لگا اس کی وضاحت صاحب تفسیر الامثل نے ان الفاظ میں کی ہے فرماتے ہیں "

"«البيعة» من مادة «بيع» و هي في الأصل إعطاء اليد عند إقرار المعاملة. ثمّ أطلق هذا التعبيرعلى مدّ اليد على المعاهدة، و هكذا كانت حين كان الشخص يريد أن يعلم الآخر بوفائه له و أن يطيع أمره و يعرفه رسميّا فيبايعه و يمدّ له يده "[3]

---

[1] .القاموس الجدید ص66

[2] ۔شرح النووی علی الصحیح المسلم ص125

[3] ۔الامثل فی تفسیر کتاب اللہ المنزل ج12ص420

بیعت بیع کے مادہ سے اصل قرارداد معاملہ کے وقت ہاتھ میں دینے کے معنی میں ہے
اس کے بعد اطاعت کے عہد و پیمان کے لئے ہاتھ میں ہاتھ دینے پر اس کا اطلاق ہونے لگا۔

اس مادہ کے ایک اور پہلو کی جانب توجہ دلانا بھی لطف سے خالی نہیں کیونکہ اہل علم جانتے ہیں کے کسی لفظ کا دوسرے معنی میں اطلاق ہوتا ہے تو کبھی اس میں مشابہت کی وجہ سے اطلاق کیا جاتا ہے شاید یہی مشابہت تھی جس کی وجہ سے بیع کا لفظ جو در اصل خرید وفروخت کے لئے تھا وہ بیعت یعنی عہد و پیمان میں استعمال ہونے لگا اسی لئے بیعت کی تعریف ان الفاظ میں بھی ملتی ہے

"البیعة :۔ الصفقه و اظهار الرضا "

"بیعت ہاتھ میں ہاتھ ملانا اور رضامندی کا اظہار کرنا کہلاتا ہے" [1]

لفظ الصفقہ عرب میں سودہ کی تکمیل کے لئے ہاتھ میں ہاتھ ملانے پر بولا جاتا تھا کیونکہ سودہ کرتے وقت عربوں کا رواج تھا کہ جب بیع کا نفاذ کرتے تو ایک شخص دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارتا اور اس سے لوگ سمجھ لیتے کہ بیع مکمل ہو گئی ہے شاید اسی لئے جب کوئی شخص اطاعت وفرمابرداری کا عہد و پیمان کرتا تو اپنا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ میں دے دیتا تھا اسی سے معلوم ہو جاتا کہ معاہدہ اطاعت مکمل ہوا۔

اب اس مختصر وضاحت کے بعد یہ حقیقت سامنے آئی کی مال کی خرودوفروخت معاہدہ مالی ہے اور بیعت کرنا معاہدہ عملی ہے اسی لئے علامہ طاہر فتنی رقم طراز ہیں

" هوعبارة عن المعاقدة والمعاهدة كان كل واحد باع ما عندة من صاحبه
واعطاه خالصة نفسه و طاوته" [2]

بیع ایسے باہمی عقد اور عہد و پیمان سے عبارت ہے کہ ہر ایک جو کچھ اس کے پاس ہے
اپنے صاحب کو بیچ دیتا ہے اور اپنی ذات کو اسکی اطاعت کے لئے پیش کر دیتا ہے

---

[1] ۔ شرح المصطلحات الکلامیہ ص 61

[2] ۔ مجمع بحار الانوار ج 1 ص 241

اور مفسر قرآن آلوسی نے اسکی وجہ تسمیہ یوں لکھی ہے فرماتے ہیں

سمیت المعاهدة مبایعة تشبیها بالمعاوضة المالیة ای مبادلة مال بمال فی اشتمال کل واحد منهما علی معنی المبادلة[1]

باہمی عہد و پیمان کو بیعت کرنے کا نام معاوضہ مالیہ (یعنی مال کو مال کے بدلے دینا) سے تشبیہ کی وجہ سے دیا گیا کیونکہ دونوں میں سے ہر ایک مبادلہ کے معنی پر مشتمل ہے

دوسری فصل: بیعت کا اصطلاحی معنی

سابقہ فصل میں اس کے لغوی معنی کی وضاحت ہوئی اب ہم اس کے اصطلاحی اور شرعی معنی کی جانب آتے ہیں اس کا اصطلاحی معنی علماء نے مختلف الفاظ کے ساتھ ذکر کیا لیکن مفہوم تقریبا سب کا ایک ہی ہے انتہائی آسان ہونے کی بنا پر بغیر تشریح کے صرف علماء کی عبارات کو نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں

علامہ انور شاہ کشمیری صحیح بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں

"بیعت کے شرعی معنی متبع شریعت الٰھیۃ کے ہاتھ پر کسی امر دینی کو سر انجام دینے کا عہدو پیمان کرنے کے ہیں"[2]

کشف الباری میں ہے

"بیعت میں دراصل وعدہ اور معاہدہ ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ یا وہ شخص جو اللہ کے رسول ﷺ کا متبع ہے اس کی مکمل اتباع کی جائے" [1]

---

[1] روح البیان ج9ص19

[2] ۔انوار الباری ج3ص122

یہ تھی بیعت کے مفہوم کی وضاحت جس سے واضح ہوا کہ بیعت کسی سے اطاعت ووفاداری کے عہد و پیمان کو کہتے ہیں اور یہ اللہ کے رسول ﷺ یا ان کے نائب وخلیفہ سے مکمل اطاعت گزاری کی یقین دہانی ہوتی ہے۔

[1] ۔ کشف الباری کتاب الایمان باب 11 حدیث 17 ص 52

دوسرا باب: تاریخ کی روشنی میں بیعت کی حقیقت

بیعت کوئی ایسی نئی چیز نہیں جس کو مسلمانوں نے ایجاد کیا ہو بلکہ یہ عربوں کی پرانی رسم تھی کو کئی سالوں سے چلی آ رہی تھی اور اسی کو اسلام میں بعض قیود و شرائط کیساتھ باقی رکھا اور ہمیں اس کی حقیقت کا جائزہ دور جاہلیت میں لینے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہمارے لئے اللہ نے نبی اکرم ﷺ کو اسوہ و نمونہ قرار دیا لہٰذا ہم تاریخ کی نظر میں پیغمبر ﷺ کے بیعت کے طریقہ کو دیکھیں گئے تاکہ اس کی صحیح تصویر ہمارے سامنے نمایاں ہو جائے۔

اس مقصد کے لئے ہم نے چند مقامات کا انتخاب کیا جس پر بحث مطلوب ہے

- بیعت عقبہ اولی
- بیعت عقبہ ثانیہ
- بیعت رضوان (بیعت شجرہ)

پہلی فصل: بیعت عقبہ اولی

چند کتب سیر وتاریخ کے مطالعہ کے بعد تمام کا خلاصہ قارئین کے پیش خدمت ہے۔ جب اللہ نے دین کو پھیلانے اور اپنے نبی ﷺ کی نصرت کا ارادہ فرمایا تو نبی کریم ﷺ حج کے زمانہ میں نکلے یہ رجب کا مہینہ تھا جب لوگ حج کی رسومات کی تیاری میں مصروف تھے۔ ہر سال کی طرح اس سال بھی آپ ﷺ مختف قبیلوں سے ملاقات کے لئے نکلے چنانچہ آپ ﷺ عقبہ کے مقام پر پہنچے (عقبہ ایک گھاٹی ہے اور جمرہ جہاں شیطان کو کنکریں ماری جاتی ہیں وہ اسی مقام پر ہے اسی لئے اس کو جمرہ عقبہ بھی کہتے ہیں۔ مکہ سے منی جانے والے راستے میں یہ مقام بائیں ہاتھ پر ہے آج وہاں مسجد بھی ہے جس کو مسجد بیعت کہا جاتا ہے) تو اس مقام پر آپ ﷺ کی ملاقات قبیلہ خزرج کے ایک گروہ سے ہوئی جو تعداد میں چھ افراد تھے جن کے نام عنقریب ذکر کئے جائیں گئے انشاء اللہ۔

حضرت محمد ﷺ اور انکے مابین قبائل کے لحاظ سے گفتگو ہوئی جو کتب سیر و تاریخ میں موجود ہے ان لوگوں کو اللہ کے رسول ﷺ نے اسلام کی دعوت دی ۔ ان لوگوں نے آپ ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھا تو آپس میں کہنے لگے "خدا کی قسم اس نبی کے بارے میں ہمیں معلوم ہے جس کے بارے یہود خبر دیتے ہیں اور ہمیں اس سے ڈراتے ہیں ایسا نہ ہو یہود ہم سے قبل ان کی بیعت کر لیں " یہ اس لئے کہا کیونکہ جب یہودیوں اور مدینہ کے کافروں سے جنگ ہوتی تو وہ کہتے عنقریب ایک نبی آنے والا ہے جس کے ظہور کے بعد ہم اسکی بیعت کریں گئے پھر اس کے پرچم تلے تمہارا قتل عام کریں گئے۔

آپ ﷺ کی دعوت پر اور علامات پیغمبری کا مشاہدہ کرنے کے بعد وہ لوگ اسلام لے آئے اور یہ کہہ کر وعدہ کیا کہ ہم جا کر اپنے قبائل میں اسلام کی تبلیغ کریں گے اور اگلے سال پھر تشریف لائیں گئے۔

یہ واقعہ نبوت کے گیارویں سال کا تھا آپ ﷺ پورا سال اس امید اور انتظار پر رہے کے وہ چھ افراد واپس آئیں گے بالآخر 12 نبوی کے آخری ماہ یعنی ذی الحجہ میں آپ ﷺ منی میں جا کر مقام عقبہ میں اسی جگہ یثرب کا قافلہ تلاش کرنے لگے اور آپ ﷺ کے نظر ان چھ افراد پر پڑی ۔ انہوں نے نہایت محبت سے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا اور اشتیاق سے آگے بڑے اور بیعت کی مگر اس بار وہ بارہ افراد تھے اور بعض روایات کے مطابق پہلے کچھ اور افراد بھی تھے ام السیر سیرت حلبیہ کے مطابق اس بیعت کے وقت جبرئیل وہاں موجود تھے ان بارہ افراد کے نام یہ ہیں

1. **ابوامامہ اسعد بن زرارۃ (یہ بنو النجار سے تھے یہ ان سب میں پہلے اسلام لائے)**
2. **عوف بن حارث**
3. **رافع بن مالک**
4. **جابر بن عبداللہ**
5. **عقبہ بن عامر**

یہ وہ افراد تھے جو اسلام لائے اور وعدہ کر کے گئے تھے اور 12 نبوی کو کچھ لوگ ان کی تبلیغ سے اسلام لائے باقی کہ چھ درج ذیل ہیں

6. معاذ بن حارث

7. ذکوان بن عبد القیس

8. خالد بن مخلد

9. عبادہ بن صامت بن قیس

10. عباس بن عبداللہ

11. عویم بن ساعدہ

12. ابوالہیثم بن النیہان (یہ آخری دو قبیلہ اوس سے تھے) (1)

یہ واقعہ بیعت عقبہ اولی کے نام سے موسوم ہوا اور اس بیعت میں ان افراد سے آپ ﷺ نے یہ چند اقرار لئے جو درج ذیل ہے

- ہم اللہ واحد کی عبادت کریں گئے اور کسی کو اس کا شریک نہیں بنائیں گئے
- ہم چوری اور زناکاری کے پاس نہ بھٹکیں گے
- اپنی لڑکیوں کو قتل نہ کریں گئے
- کسی پر جھوٹی تہمت نہ لگائیں گئے
- چغل خوری نہ کریں گئے (2)

دوسری فصل: بیعت عقبہ ثانیہ

اگلے سال موسم حج میں 72 اشخاص آئے جنہوں نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی ان میں دو خواتین بھی تھیں صاحب تاریخ طبری نے ان کے بارے میں لکھا ہے

---

[1] ۔تاریخ اسلام اکبر شاہ نجیب آبادی ج1ص 112

[2] ۔تاریخ اسلام اکبر شاہ نجیب آبادی ج1ص 113

ایک نسیبہ بنت کعب ام عمارہ۔۔۔دوسری اسماء بنت عمرو بن عدی [1]

اس بیعت کو بیعت کبری بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں بیعت کرنے والوں کی تعداد زیادہ تھی۔

تیسری فصل: بیعت رضوان (بیعت شجرہ)

6ھ ماہ ذی قعد بروز دوشنبہ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب جن کی تعداد بعض روایات کے مطابق چودہ سو یا پندرہ سو پچیس تھی مدینہ سے مکہ کی جانب حج کے لئے روانہ ہوئے۔قربانی کے ستر اونٹ بھی ساتھ لئے اور ذی الحلیفہ سے احرام باندھے اور ہتیار اتار کے رکھ دئے تا کہ قریش کو اطمینان ہو جائے کہ مسلمان جنگ کے لئے نہیں آئے مگر قریش نے آنا گوارہ نہ کیااور مکہ کے باہر روک دیا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام حدیبیہ میں تھے۔

دونوں جانب سے سفارتوں کا سلسلہ چلا مگر جب کوئی راہ حل نظر نہ آیا تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کو بلا کر کہاتم مکہ جاؤاور قریش کو واضح بتاؤکہ ہم جنگ کے لئے نہیں آئے لیکن حضرت عمرنے جواب دیا

"مجھ کو اہل مکہ کے پاس جانے میں کوئی عذر نہیں لیکن مکہ میں میرے قبیلہ عدی بن کعب کا کوئی آدمی نہیں ہے جو کچھ کو اپنی حمایت میں لے ،لہٰذا میرا جانا خطرہ کا موجب ہو سکتا ہے مجھ سے بہتر عثمان بن عفان ہیں" [2]

اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان کو بھیج دیا جو سیدھے اپنے قبیلہ والوں کے پاس گئے اور ان کے پیچھے دس افراد اک ایک وفد بھی بیج دیا۔

یہاں ایک مغالطہ اکثر مورخین کو ہوا اور وہ یہ کہ قتل عثمان کی افواہ کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی گئی حالانکہ ایسا نہیں ہوا بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فوج میں یہ افواہ عام ہو گئی تھی اور لوگ مشتعل ہو گئے تھے۔اس بات کے ثبوت کے لئے حوالہ پیش خدمت ہے.

---

[1] ۔تاریخ طبری محمد بن جریر الطبری ج2 حصہ اول ص123

[2] ۔تاریخ اسلام اکبر شاہ نجیب آبادی ج1ص175

"حضرت عثمان (رض) کے واپس آنے میں جب توقف ہوا تو مسلمانوں میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ عثمان کو مکہ والوں نے شہید کر دیا" (1)

کیونکہ کسی بھی ملک کے سفیر کو قتل کرنا ایک عالمی گناہ ہوتا ہے نیز صحابہ کرام کے اس اشتعال کو کنٹرول کرنے کے لئے نبی اکرم ﷺ نے سب کو ببول (کیکر) کے درخت نیچے لا کر ان سے بیعت لی اب یہ بیعت کس بات پر لی گئی ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت جابر رض بیان کرتے ہیں ہم حدیبیہ کے دن ایک ہزار چار سو آدمی تھے تو ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی اور حضرت عمر آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑے ہوئے شجرہ رضوان کی نیچے تھے اور یہ سمرہ کا درخت تھا۔

وقال بایعناہ علی ان لا نفر۔۔ اور ہم نے نہ بھاگنے پر بیعت کی۔ (2)

وحید الزمان لکھتے ہیں

" بایعناہ علی الموت ہم نے مر جانے پر آپؐ سے بیعت کی (یعنی لڑ کر مر جائیں گے بھاگیں گے نہیں) " (3)

انور شاہ کشمیری بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں

" حدیبیہ میں اس امر پر بیعت لی گئی تھی کہ مرتے دم تک جہاد سے نہیں بھاگیں گے "(4)

طاہر فتنی لکھتے ہیں

---

[1] ۔حوالہ بالا ص176

[2] ۔ صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الجیش عند ارادۃ القتال حدیث 106 جلد 3 ص 55 مترجم مولانا عابد الرحمان صدیقی کاندہلوی

[3] ۔لغات الحدیث وحید الزمان کتاب الباء ص 130

[4] ۔انوار الباری ج3 ص 122

"بایعناہ علی الموت ای ان لا نفر حتی نظفر عدونا او نقتل لا ان الموت مقصود فی نفسہ" [1]

ہم نے موت پر بیعت کی یعنی ہم فرار نہیں کریں گئے یہاں تک کے دشمن کو پالیں یا خود قتل ہو جائیں موت ذاتی طور پر مقصود نہیں تھی۔

مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی نے لکھا کہ

"اسی وقت آپؐ درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور تمام صحابہ سے جانثاری کی بیعت لی" [2]

اور پھر آیت نازل ہوئی

لَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ ما فی قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحاً قَرِيبا [3]

بتحقیق اللہ ان مومنین سے راضی ہو گیا جو درخت کے نیچے آپؐ کی بیعت کر رہے تھے پس جو ان کے دلوں میں تھا وہ اللہ کو معلوم ہو گیا لہذا اللہ نے ان پر سکون نازل کیا اور ان کو قریبی فتح عنایت فرمائی۔

اب جو لوگ وہاں سفیر کے طور پر گئے تھے اور سفیروں کا قتل آئین کے خلاف تھا اس لئے مسلمانوں میں اشتعال پیدا ہوا اور کہنے لگے ہم تو اس کا بدلہ لئے بنا واپس نہیں جائیں گئے پس اسی لئے حضور ﷺ نے ان سب سے بیعت لی جو بیعت رضوان اور بیعت شجرہ کے نام سے معروف ہے۔

---

[1] ۔ مجمع بحار الانوار ج1 ص243

[2] تاریخ اسلام ج1 ص176

[3] ۔ الفتح آیت 18

کیا بیعت رضوان کرنے والے سب عادل اور جنتی ہیں؟

اس مقام پر ضمناً ایک مسئلہ کی وضاحت کرنا ضروری ہے کیونکہ اہل سنت کا نظریہ ہے الصحابۃ کلھم عدول تمام صحابہ عادل ہیں جو کہ منطقی لحاظ سے قضیہ موجبہ کلیہ بنتا ہے اور اس کے مقابل شیعہ نظریہ ہے بعض الصحابۃ لیس بعدول کہ بعض صحابہ عادل نہیں ہیں جو منطقی لحاظ سے قضیہ سالبہ جزئیہ ہے اور موجبہ کلیہ کی نقیض ہے۔ اور موجبہ کلیہ کو ثابت کرنے کے لئے کچھ افراد بیعت رضوان کو دلیل بناتے ہیں اور ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جس نے بھی بیعت رضوان کی اللہ ان سے رضی ہوا اور وہ سب جنتی ہیں۔ حالانکہ آیات و روایات کا جائزہ لیا جائے تو ان لوگوں کے استدلال ناقص قرار پاتے ہیں۔

بیعت رضوان کو بنیاد بنا کر چند چیزوں کو ثابت کیا جاتا ہے جو درج ذیل ہیں

- اس بیعت میں شامل ہونے والوں کو اللہ نے سند رضامندی عطا فرمائی۔
- بیعت رضوان پر خوشنودی پروردگار صحابہ کے عدم نفاق پر بین دلیل ہے۔
- حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ کو عثمان بن عفان کو ہاتھ قرار دیا جو ان کی عظمت کی دلیل ہے۔

نیز اسی طرح کے چند اور استدلات کئے جاتے ہیں لیکن جب آیات قرآنی اور روایات کا مشاہدہ کیا جائے تو ان تمام استدلالات کی عمارت زمین بوس ہو جاتی ہے۔ لہٰذا قارئین کے فائدہ کے لئے ان کا نتیجہ اور خلاصہ پیش خدمت ہے جن سے شیعہ نظریہ کا اثبات ہوتا ہے

اول:۔آیت میں لفظ مومنین استعمال ہوا نہ کہ مبایعین۔ مومنین کی قید سے منافقین خارج ہو گئے اور واضح ہے کہ ایمان کا لفظ دو معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے ایک عمومی معنی جو اسلام کے مترادف ہے جہاں اقرار شہادتین ہوتا ہے خواہ عقیدہ قلبی اس کے مطابق ہو یا نہ ہو۔ دوسرا خصوصی معنی میں جہاں اقرار لسانی اور قلبی میں مطابقت ہوتی ہے۔اور یہاں اگر سب افراد مراد ہیں تو حتمی طور پر عمومی معنی مراد لینا ہو گا۔ان قرآن مجید میں تو عمومی معنی میں لفظ ایمان اللہ نے صرف زبانی ایمان کا دعوی کرنے والوں کے لئے استعمال فرمایا ہے اور ارشاد ہوا۔

يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللهِ وَ رَسُولِهِ وَ الْكِتابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلى رَسُولِهِ وَ الْكِتابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَ مَنْ يَكْفُرْ بِاللهِ وَ مَلائِكَتِهِ وَ كُتُبِهِ وَ رُسُلِهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلالاً بَعِيداً[1]

اے ایمان والو! اللہ اور اسکے رسول اور اس کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کی سچا ایمان لے آؤ اور اس کتاب پر جو اس نے اس سے پہلے نازل کی۔۔۔۔۔

حتی باغیوں کے لئے بھی اللہ نے لفظ مومن استعمال کیا ہے اوشاد ہوا

وَ إِنْ طائِفَتانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُما فَإِنْ بَغَتْ إِحْداهُما عَلَى الْأُخْرى فَقاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلى أَمْرِ اللهِ فَإِنْ فاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُما بِالْعَدْلِ وَ أَقْسِطُوا إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ[2]

اگر مومنین کے دو گروہ باہم لڑ پڑیں توان میں صلح کرادو پھر بھی اگر ان میں سے ایک دوسرے پر سرکشی کرئے توسرکشی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ گروہ حکم خدا کی فرمابرداری میں آجائے۔۔۔۔۔(ترجمہ عبدالحق حقانی)

یہاں سرکشی کرنے والے گروہ پر باغی کا اطلاق کیا گیا جبکہ ان کو اول مومنین کہا گیا ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ لفظ ایمان عمومی معنی میں باغی، منافق وغیرہ پر استعمال ہو سکتا ہے۔پس آیت مجیدہ صرف مومنین کی رضامندی کی دلیل ہے۔

دوم: آیت کے حصہ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ میں ھم ضمیر کا مرجع بھی مومنین ہی ہیں لہٰذا نزول سکینہ بھی مومنین سے خاص ہوئی منافقین سے اسکا کوئی تعلق نہیں ہے۔

---

[1] النساء۔136

[2] الحجرات۔6

سوم: بالفرض تسلیم کر بھی لیں کہ آیت تمام کو شامل تھی پھر بھی ثابت کیا جا چکا ہے کہ یہ بیعت مطلق نہیں بلکہ مشروط بیعت تھی جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ہے کہ جہاد سے کبھی فرار نہ کرنے پر بیعت لی گئی۔اور جن لوگوں نے بیعت کی تھی ان سے خدا کی رضا کی شرط اس عھد کو تا حیات پورا کرنا تھا۔اور عہد توڑنے والا اس دائرہ رضایت سے خارج قرار پائے گا جیسا کہ ارشاد ہوا

فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلى نَفْسِهِ وَ مَنْ أَوْفى بِما عاهَدَ عَلَيْهُ اللهَ فَسَيُؤْتيهِ أَجْراً عَظيماً[1]

جو عھد شکنی کرتا ہے وہ اپنے ساتھ عھد شکنی کرتا ہے اور جو اس عھد کو پورا کرے جو اس نے اللہ کے ساتھ کر رکھا ہے تو اللہ عنقریب اسے اجر عظیم دے گا۔

اور جب ہم اس بیعت رضوان کے بعد ہونے والی جنگوں کا مشاہدہ کرتے ہیں تو کئی افراد کا میدان سے فرار سامنے آتا ہے حتی بعض کا ارتداد تو سب کے لئے آشکار ہوا اور غزوہ احزاب میں تو منافقین کے چہرہ آچکار ہو گئے اور دل کی باتیں زبان پر آنے لگیں جن کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا۔

وَ إِذْ يَقُولُ الْمُنافِقُونَ وَ الَّذينَ في قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ ما وَعَدَنَا اللهُ وَ رَسُولُهُ إِلاَّ غُرُوراً[2]

اور جبکہ منافق اور جن کے دلوں میں شک تھا کہنے لگے اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا وہ سب دھوکا ہی تھا۔(ترجمہ از تفسیر حقانی)

اور جنگ حنین اور خیبر میں بہت سے شمع نبوت کے پروانوں نے راہ فرار اختیار کی حتی غزوہ حنین میں ایک گروہ نے میدان سے فرار اختیار کیا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے

---

[1] ۔الفتح۔10

[2] ۔الاحزاب۔12

انهزم المسلمون وانهزمت معهم فاذا بعمر ابن الخطاب فی الناس فقلت له

: ما شان الناس قال : امر الله [1]

ابو قتادہ کہتے ہیں۔۔۔اور مسلمان بھاگ نکلے اور میں بھی ان کے ساتھ بھاگ پڑا۔لوگوں میں عمر بن خطاب نظر آئے تو میں نے ان سے پوچھا لوگ کیوں بھاگ رہے ہیں؟انہوں نے فرمایا اللہ کا یہی حکم ہے۔

اور بھاگنے والوں کو عباس بن عبد المطلب (رض) فرمان نبوی پر یا اصحاب الشجرہ کہہ کر پکار رہے تھے اے درخت کے نیچے بیعت کرنے والو۔۔۔۔ [2]

اور اس سے قبل بھی غزوہ خیبر میں بھی کچھ افراد کا فرار تاریخ کے صفحات میں موجود ہے علامہ شبلی نعمانی رقمطراز ہیں

" قلعہ قاموس مرحب کا تخت گاہ تھا۔اس مہم پر آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکر وعمر کو بھیجا لیکن ناکام واپس آئے طبری میں روایت ہے کہ جب خیبر کے قلعہ سے نکلے تو حضرت عمر کے پاؤں نہ جم سکے اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاجر ہو کر شکایت کی کہ فوج نے نامردی کی لیکن فوج نے ان کی نسبت خود یہی شکایت کی " [3]

شبلی نعمانی کا اعتراض

اس حقیقت کو لکھنے کے بعد شبلی نے طبری کی روایت پر اعتراض کیا جو درحقیقت میں خود انکی علمی قابلیت کا جنازہ نکال گیا اور اس روایت پر اعتراض کر کے لکھتے ہیں۔

---

1 صحیح بخاری کتاب المغازی باب 54 حدیث 4322 ج 5 ص 549

2 ۔ تفسیر مدارک التنزیل ج 1 ص 1104

3 ۔ سیرت النبی شبلی نعمانی ج 1 ص 298

"اس روایت کو طبری نے جس سلسلہ سے نقل کیا ہے اسکے راوی عوف ہیں ان کو بہت سے لوگوں نے ثقہ کہا ہے لیکن بُندار جب ان کی روایت بیان کرتے تھے تو کہتے تھے کہ وہ رافضی اور شیطان تھا یہ لفظ نہایت سخت ہیں۔ لیکن ان کی شیعت سب کو تسلیم ہے اور گویا شیعہ ہونا بے اعتباری کی دلیل نہیں لیکن ظاہر ہے جس روایت میں حضرت عمر کے بھاگنے کا واقعہ بیان کی جاوے شیعہ کی زبان سے اس کا رتبہ کیا رہ جاتا ہے"[1]

اعتراض کا جواب

روایت کو رد کرنے کے لئے شبلی نعمانی نے چند پینترے بدلے ہیں۔

اولا:۔

تو یہ کہ عوف کو بہت سے لوگوں نے ثقہ کہا ہے لیکن بندار اس کی روایت کرتے وقت کہتے تھے وہ رافضی اور شیطان ہے دوم یہ کہ عوف شیعہ تھا لیکن شیعہ ہونا بے اعتباری کی دلیل نہیں ہے سوم یہ حضرت عمر کے بھاگنے کا قصہ شیعہ کی زبان سے بیان ہو تو اسکی کوئی وقعت نہی رہتی۔ جہاں تک اعتراض اول کی بات ہے جب اکثر عوف کو ثقہ کہتے ہیں تو ایک بندار کے قول کا سہارا کیوں لیا گیا؟

اکثریت جب ثقہ کہہ دے تو ایک قول شاذ کی کیا وقعت وہ جاتی ہے جبکہ خود بندار بھی کوئی ایسا شخص نہیں جس کی وثاقت مسلم ہو بلکہ وہ خود مختلف فیہ شخصیت ہے۔

بُندار کا تعارف

اس کا اصل نام محمد بن بشار البصری ہے لقب بُندار ہے اس کے بارے مختلف اقوال ہیں میزان العتدال میں الذھبی لکھتے ہیں

---

[1] ۔ حوالہ سابق

كذبه الفلاش۔۔قال عبدالله بن الدوقی: کنا عند یحی بن معین فجری
ذکر بندار، فرایت یحیی لایعبا بھویستضعفه، و رایت القواریری لایرضاہ۔۔[1]

فلاش نے اس کی تکذیب کی۔۔۔اور عبداللہ بن الدوقی نے کہا ہم یحییٰ بن معین کے پاس تھے پس بندار کا ذکر شروع ہوا تو میں نے دیکھا یحییٰ نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی اور اس کو ضعیف قرار دیتے تھے۔

ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں اس کے بارے لکھا

قال اسحاق ابن ابراھیم الفرازی کنا عندبندار فقال فی حدیث عن عائشه قال قالت رسول الله فقال له رجل یسخر منه اعندك بالله افضحك۔۔۔وقال عبدالله بن اسماعیل بن سیار سمعت عمر بن علی یحلف ان بندار یکذّب فیما یروی عن یحیی ۔۔۔وقال علی بن مدائنی سمعت ابی وسالته عن حدیث رواہ بندار عن ابن مهدی عن ابی بکر بن عیاش عن عاصم عن زرعن عبدالله عن النبی ﷺ قال تسحروا فان فی السحر برکة فقال هذا کذب و اشد الانکار۔۔۔ قال عبدالله بن الدوقی: کنا عند یحی بن معین فجری ذکر بندار، فرایت یحیی لایعبا بھویستضعفه، و رایت القواریری لایرضاہ وقال صاحب الحمام۔[2]

اسحاق بن ابراہیم فرازی کہتے ہیں ہم بندار کے پاس تھے اس نے حضرت عائشہ کی حدیث روایت کی کہ عائشہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو ایک شخص ان (بندار) کو ٹوک کر بولا تو رسول اللہ سے بھی حدیث میں تمسخر کرتا ہے اللہ کی پناہ کیا پڑا کیا تم نے۔۔ عبداللہ بن اسماعیل بن سیار نے کہا میں نے عمر بن علی کو حلفاً کہتے ہوئے سنا کہ بندار کذاب ہے ان حدیثوں میں جو وہ یحییٰ سے روایت کرتا ہے۔۔ علی بن مدائنی (امام بخاری کے استاد کہتے ہیں میں نے اپنے باپ سے سنا اور سوال کیا بندار کی حدیث کے بارے (بحذف سند) نبی ﷺ نے کہا سحر خیزی

---

[1] ۔ میزان الاعتدال شمس الدین الذھبی جلد 4 ص 65 راوی نمبر 6869

[2] ۔ تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی ج 9 ص 72 راوی نمبر 87

کرو بیشک اس میں برکت ہے تو انہوں نے کہا یہ جھوٹ ہے اور شدید انکار کیا۔۔ اور عبداللہ بن الدوقی نے کہا ہم یحییٰ بن معین کے پاس تھے پس بندار کا ذکر شروع ہوا تو میں نے دیکھا یحییٰ نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی اور اس کو ضعیف قرار دیتے تھے۔اور میں نے قواریری کو دیکھا جو بندار سے راضی نہیں تھے اور اس کو کبوتر باز کہتے تھے۔

یہ تو وہ اقوال تھے جو بندار کی شخصیت کو مجروع ثابت کرتے ہیں مگر اس کو محدثین عامہ نے ثقہ بھی کہا ہے۔۔ مقصد صرف یہ ہے کہ ایک بندار کے قول کی بنا پر عوف کی روایت کو رد کرنا معقول نہیں جبکہ عوف کے بارے ایک ہی قول بندار کو موجود ہے اس کے مقابل اکثریت اس کو ثقہ کہتی ہے اور خود بندار کے بارے میں ثقہ ہونے کے ساتھ ایک نہیں بلکہ کئی اقوال موجود ہیں جو اسکی شخصیت کو مجروع کرتے ہیں۔

ثانیا:۔

جب خود تسلیم بھی کیا کہ شیعہ ہونا کوئی بے اعتباری کی دلیل نہیں تو پھر یہ تناقض کیسا ہے؟ معتبر بھی مانتے ہیں اور روایت بھی قبول نہیں کرتے۔اور شیعہ ہونا کوئی جرح نہیں یہ تو محدثین میں مسلم ہے۔

ثالثا:۔

حضرت عمر کے بھاگنے کا قصہ شیعہ کی زبان سے جاری ہو تو اسکی کیا وقعت رہ جاتی ہے۔یہ استدلال انتہائی مضائقہ خیز ہے۔

اس کا مطلب ہے کسی بھی شخص کا اپنے عقیدہ کے مطابق درست قول بھی قابل قبول نہیں حالانکہ یہ غلط ہے قول کو دیکھا جائے گا کہ وہ درست ہے یا نہیں ورنہ وہ تمام اقوال اور احادیث جو جو اہل سنت نے اپنے خلفاء ثلاثہ کی فضیلت میں بیان کئے ہیں انکی کیا وقعت رہ جاتی ہے۔

قاتلین عثمان کون تھے؟

اور جب اہل سنت عدالت صحابہ کا نظریہ اس بیعت رضوان سے ثابت کرتے ہیں تو یہ بھی مد نظر رکھنا چاہیے کہ عثمان کو قتل کرنے والے کچھ افراد کا تعلق بھی اصحاب شجرہ سے تھا۔ جن کا مختصر تذکرہ پیش خدمت ہے۔

1:۔فروہ بن عمرو انصاری یہ بدری صحابی اور بیعت رضوان والے تھے اور امام مالک نے الموطا میں انکا نام نہیں لکھا کیونکہ انہوں نے عثمان کے قتل میں اعانت کی تھی[1]

2:۔ محمد بن عمرو بن حزم انصاری یہ وہ صحابی ہیں جن کا نام بھی نبی اکرم ﷺ نے رکھا تھا اور حضرت عثمان کے مخالفین محمدون ثلاثہ میں سے ہیں جن میں ایک محمد بن ابی بکر دوسرے محمد بن حذیفہ تیسرے محمد بن عمرو بن حزم تھے۔[2]

3:۔جبلہ بن عمرو ساعدی انصاری جو بدری صحابی ہیں یہ وہ صحابی ہیں جنہوں نے حضرت عثمان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے سے روکا۔[3]

4:۔عبداللہ بن بدیل بن ورقاء خزاعی جو مکہ سے پہلے اسلام لائے امام بخاری نے کہا یہ وہی ہیں جنہوں نے حضرت عثمان کا گلا کاٹا تھا۔[4]

5:۔عمرو ابن الحمق یہ بھی صحابی تھے [5] بیعت رضوان کا شرف بھی حاصل تھا اس نے حضرت عثمان پر خنجر سے نو وار کئے تھے اور کہا کہ تین خنجر اللہ کے لئے اور چھ وار اپنے لئے مارے ہیں۔

---

[1]۔اسد الغابہ از ابن اثیر الجزری مترجم عبد الشکور فاروقی جلد2 حصہ ہفتم ص722، الاستیعاب حافظ عبداللہ بن البرج3ص600)

[2] ۔ الاستیعاب حافظ عبداللہ بن البرج3ص649

[3] ۔انساب الاشراف الامام احمد بن یحییٰ البلازری ج6ص600، الاصابہ فی تمیز الصحابہ ج2 حرف جیم ترجمہ نمبر1082

[4] ۔تاریخ الاسلام شمس الدین الذھبی

[5] ۔تہذیب الکمال ج4ص204، تہذیب التہذیب ج8ص22

6:۔عبدالرحمان بن عدلیس بھی اصحاب شجرہ میں سے ہیں اور یہ قرطبیؒ کے مطابق عثمان کے مخالفین اہل مصر کے لیڈر تھے اور بالآخر عثمان کو قتل کیا۔ [1]

اب یہ عمرو بن الحمق کوئی عام شخصیت نہیں ہے بلکہ اس کی صحابیت مسلم ہے اس کے بارے میں ابن حجر لکھتے ہیں

عمرو ابن الحَمِق۔۔صحابی، سکن الکوفۃ ثم مصر وقتل فی خلافۃ معاویۃ [2]

عمرو بن الحمق صحابی کوفہ میں رہے پھر مصر میں اور خلافت معاویہ میں قتل کیا گیا

اب ایک جانب تو اصحاب شجرہ کی عدالت کے قصیدے پڑھے جاتے ہیں دوسری جانب وہ اصحاب شجرہ جو عثمان بن عفان کے قتل میں شریک تھے ان کو کن الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

مسلمانوں کے بہترین لوگوں میں سے کوئی شخص بھی قتل عثمان میں شریک نہیں تھا اور نہ قتل عثمان کے حکم کرنے میں شریک تھا۔ حضرت عثمان کو مفسدین کے ایک طائفہ نے قتل کیا وہ طائفہ قبائل کے اوباش لوگوں میں سے تھا اور فتنہ بپا کرنے والوں میں سے تھا۔۔۔اور اسی وجہ سے علماء کبار نے ان لوگوں کو باغی کی بجائے مفسد، ظالم اور سرکش کا نام دیا ہے۔ [3]

نتیجہ بحث (بیعت رضوان)

سابقہ ادلہ سے روز روشن کی مانند واضح وآشکار ہوا کہ بیعت رضوان اور جو آیات اس بارے نازل ہوئیں ان سے عدالت صحابہ کو بشکل قضیہ موجبہ ثابت کرنا ایک ناکام کوشش ہے۔ان میں کچھ افراد تو ایسے تھے بعد میں مرتد ہو گئے اور انکا ارتداد فریقین کے نزدیک مسلم ہے جیسا کہ اجد بن قیس وغیرہ۔ لہٰذا موجبہ کلیہ میں سے ایک فرد بھی نکل جائے جو قضیہ موجبہ نہیں رہتا پس ثابت ہوا کہ عدالت صحابہ کے بارے میں شیعہ نظریہ درست ہے کہ بعض صحابہ عادل تھے۔

---

[1] ۔الاستیعاب عبداللہ ابن البر ج2 ص383

[2] ۔ تقریب التتذیب ص733 الرقم 5052

[3] ۔رحماء بینھم مولانا محمد نافع جلد4 ص392،393

تیسرا باب

پہلی فصل:۔بیعت کی اقسام

بیعت کا مفہوم اور اس کی تاریخی حیثیت واضح کرنے کے بعد اب ہم بیعت کی اقسام کی جانب آتے ہیں جس کے لئے مولائے کائنات امام علی علیہ السلام کے کلام کو انتخاب کیا گیا جہاں مولا علی علیہ اسلام نے بیعت کی اقسام کو بہترین انداز میں پیش کیا ہے اور اس کی وضاحت کے لئے جعفر مرتضی عاملی صاحب کی تحریر سے استفادہ کیا جائے گا سب سے پہلے امام عالی مقامؑ کا مکتوب ملاحظہ کیجئے

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ عَلِمْتُمَا وَإِنْ كَتَمْتُمَا أَنِّي لَمْ أُرِدِ النَّاسَ حَتَّى أَرَادُونِي وَلَمْ أُبَايِعْهُمْ حَتَّى بَايَعُونِي وَإِنَّكُمَا مِمَّنْ أَرَادَنِي وَ بَايَعَنِي وَإِنَّ الْعَامَّةَ لَمْ تُبَايِعْنِي لِسُلْطَانٍ غَالِبٍ وَ لَا [لِحِرْصٍ] لِعَرَضٍ حَاضِرٍ فَإِنْ

كُنْتُمَا بَايَعْتُمَانِي طَائِعَيْنِ فَارْجِعَا وَ تُوبَا إِلَى اللهِ مِنْ قَرِيبٍ وَ إِنْ كُنْتُمَا بَايَعْتُمَانِي كَارِهَيْنِ فَقَدْ جَعَلْتُمَا لِي عَلَيْكُمَا السَّبِيلَ بِإِظْهَارِكُمَا الطَّاعَةَ وَ إِسْرَارِكُمَا الْمَعْصِيَةَ وَ لَعَمْرِي مَا كُنْتُمَا بِأَحَقِّ الْمُهَاجِرِينَ بِالتَّقِيَّةِ وَ الْكِتْمَانِ وَإِنَّ دَفْعَكُمَا هَذَا الْأَمْرَ [قَبْلَ] مِنْ قَبْلِ أَنْ تَدْخُلَا فِيهِ كَانَ أَوْسَعَ عَلَيْكُمَا مِنْ خُرُوجِكُمَا مِنْهُ بَعْدَ إِقْرَارِكُمَا بِهِ وَ قَدْ زَعَمْتُمَا أَنِّي قَتَلْتُ عُثْمَانَ فَبَيْنِي وَ بَيْنَكُمَا مَنْ تَخَلَّفَ عَنِّي وَ عَنْكُمَا مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ ثُمَّ يُلْزَمُ كُلُّ امْرِئٍ بِقَدْرِ مَا احْتَمَلَ فَارْجِعَا أَيُّهَا الشَّيْخَانِ عَنْ رَأْيِكُمَا فَإِنَّ الْآنَ [أَعْظَمُ] أَعْظَمَ أَمْرِكُمَا الْعَارُ مِنْ قَبْلِ أَنْ [يَجْتَمِعَ] يَتَجَمَّعَ الْعَارُ وَ النَّارُ وَ السَّلَامُ[1]

یہ مکتوب جو عمران بن حصین خزاعی (رض) کے ہاتھ طلحہ وزبیر کے پاس بھیجا۔امام علیہ اسلام نے اس میں ان دونوں کو لکھا کہ :

([1]) نہج البلاغۃ: للصبحی صالح ص446 مکتوب نمبر54

چاہے تم کتنا بھی چھپاؤ مگر تم دونوں واقف ہو کہ میں لوگوں کی طرف نہیں آیا، بلکہ وہ بڑھ کر میری طرف آئے۔ میں نے اپنا ہاتھ بیعت کے لئے نہیں بڑھایا بلکہ انہوں نے خود میرے ہاتھ پر بیعت کی، اور تم دونوں بھی ان لوگوں میں سے ہو کہ جو میری طرف بڑھ کر آئے تھے، اور بیعت کی تھی اور عوام نے میرے ہاتھ پر نہ تسلط واقتدار (کے خوف) سے بیعت کی اور نہ ہی مال ودولت کے لالچ میں۔ اب اگر تم دونوں نے اپنی رضامندی سے بیعت کی تھی تو اس (عہد شکنی) سے پلٹو اور جلد اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو، اور اگر باگواری کے ساتھ بیعت کی تھی تو اطاعت کو ظاہر کر کے اور نافرمانی کو چھُپا کر تم نے اپنے خلاف میرے لئے حجت قائم کر دی ہے۔ اور مجھے اپنی زندگی کی قسم کہ تم قلبی کیفیت پر پردہ ڈالنے اور اسے چھپانے میں دوسرے مہاجرین سے زیادہ سزاوار نہ تھے اور بیعت کرنے سے پہلے اسے رد کرنے کے لئے تمہارے لئے اس سے زیادہ گنجائش تھی کہ اب اقرار کے بعد اس سے نکلنے کی کوشش کرو۔

اور تم نے یہ خیال ظاہر کیا کہ میں نے عثمان کو قتل کیا ہے، ہمارے اور تمہارے درمیان مدینہ کے وہ لوگ کہ جو تم سے بھی اور ہم سے بھی کنارہ کش ہیں گواہی دینے کو موجود ہیں۔ اس کے بعد جس نے جتنا حصہ لیا ہو اتنے کا سے ذمہ دار سمجھا جائے گا۔ بزرگوارو! اپنے اس رویہ سے باز آجاؤ، کیونکہ ابھی تو تم دونوں کے سامنے ننگ وعار ہی کا بڑا مرحلہ ہے، مگر اس کے بعد تو اس ننگ وعار کے ساتھ (دوزخ کی) آگ بھی جمع ہو جائے گی۔ والسلام (ترجمہ قبلہ مفتی جعفر حسینؒ صاحب)

اس مکتوب کی انتہائی عمدہ انداز میں وضاحت جناب مولانا جعفر مرتضی عاملی دامت برکاتہ نے فرمائی جس میں ہم صرف ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں:

امام علی علیہ السلام نے واضح کر دیا کہ حاکم کی بیعت تین طرح کی ہوتی ہے

پہلی قسم :۔ وہ بیعت جو قہر وغلبہ سے زبردستی واقع ہوتی ہے کہ لوگوں کا بیعت کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا مگر (ایک صورت) یہ کہ وہ خود کو بلاؤں اور مصیبتوں کے سامنے پیش کر دیں۔ اس بیعت میں ابتدائی طور پر حاکم کی جانب سے

رغبت ہوتی ہے البتہ محکوم کو اس میں نہ کوئی رغبت ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی میلان ہوتا ہے، بلکہ وہ تو بیعت سے منہ پھیرنے اوراس سے فرار اختیار کرنے کا میلان ہوتا ہے۔اور امام علیہ السلام نے اپنے اس قول (وَإِنَّ الْعَامَّةَ لَمْ تُبَايِعْنِي لِسُلْطَانٍ غَالِبٍ) میں اسی بات کی جانب اشارہ کیا ہے۔

دوسری قسم :۔ خود لوگوں کو بیعت کی جانب رغبت ہوتی ہے تاکہ وہ اپنے مطلوبہ مقاصد تک رسائی حاصل کر سکیں جیسا کہ منافع کا حصول مثل مال و دولت و منصب اور مد مقابل یعنی دشمنوں پر غلبہ پانا،ان کو دھوکہ دینا اور پھر اس سے سکون قلب حاصل کرنا اور اسی جیسے دیگر امور۔لیکن حاکم کو کبھی تو اس بیعت میں رغبت ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی بلکہ حاکم کو اس سے اعراض کرنا اور بچنا بھی ممکن ہوتا ہے (یعنی ترک بیعت ترجیح رکھتا ہے)۔

تیسری قسم :۔دینی وجوب اور انسانی و عقلی مسئولیت کے پیش نظر یا فساد کو دفع کرنے (اس فساد کے معاشرہ سے خاتمہ کے لئے)اور اصلاحی پہلو کی جانب میلان کے سبب لوگ اس بیعت کی جانب رغبت رکھتے ہیں۔البتہ حاکم کو انہی اسباب کی وجہ سے بیعت میں رغبت ہوتی ہے لہٰذا دونوں رغبتیں یکجا ہو جاتی ہیں اور کبھی حاکم کچھ موانع کی موجودگی اور کچھ صعوبتوں کے پیش نظر اس بیعت سے جی چرا رہا ہوتا ہے۔[1]

یہاں پر مولائے کائنات امام علیؑ نے بیعت کی حقیقت نہایت عمدہ انداز میں بیان کی بیان فرمائی ہے جن سے بیعت کی بنیادی اقسام واضح ہو جاتی ہیں۔

دوسری فصل :۔اہل سنت والجماعت کے نزدیک بیعت کی اقسام

اس مقام پر اھل سنت والجماعت کے نزدیک بیعت کی اقسام کو بیان کرنا ضروری ہے تاکہ مسئلہ اور واضح ہو جائے اس سلسلے میں ہم کچھ عبارات پیش کرتے ہیں

علماء اہل سنت کے نزدیک کتاب و سنت کے مطابق بیعت کی درج ذیل اقسام ہیں

([1])الصحیح من سیرۃ الامام علیؑ : سید جعفر مرتضی عاملی الجزء الثلاثون ص12-13

"البیعۃ علی الاسلام" اسلام لانے پر بیعت کرنا یہ بیعت کے اعلی مراتب میں سے ہے جس بیعت کے توڑنے والے کو کافر و مرتد شمار کیا جائے گا جیسا کہ مامون حموش لکھتے ہیں

" وهی اعلی درجات البیعة ،ونکثها کفر ،واما غیرها فان النکث فیها کبیرة من الکبائر "[1]

یہ بیعت کے اعلی درجات میں سے ہے اور اس کا توڑنا کفر ہے البتہ اس کے علاوہ کسی بیعت کا توڑنا گناہان کبیرہ میں سے ایک گناہ ہے

اس عبارت سے واضح ہوا کہ بیعت کی اس قسم کے علاوہ اگر کوئی بیعت توڑ بھی دے تو وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا اور توڑنے والا گناہ گار ہوگا لیکن اس کی تکفیر کرنا جائز نہیں ہے۔

"البیعۃ علی النصرۃ" مدد و نصرت پر بیعت کرنا

"البیعۃ علی الجھاد" جہاد پر بیعت اور یہ وہی بیعت ہے جو صلح حدیبیہ میں لی گئی کہ اصحاب کسی بھی جنگ میں جہاد سے فرار اختیار نہیں کریں گئے اور اسی بیعت کو بعض علماء نے " البیعۃ علی الموت " سے تعبیر کیا ہے۔اس کا تفصیلی ذکر بیعت رضوان کے تحت گزر چکا ہے۔

"البیعۃ علی الھجرۃ" ہجرت اختیار کرنے پر بیعت کرنا

"البیعۃ علی السمع والطاعۃ" سننے اور اطاعت بجالانے پر بیعت کرنا

مامون حموش نے اس مقام پر لکھا ہے یہ وہی بیعت ہے جو ائمہ (خلفاء) کے لئے کی جاتی ہے جب ان کو بطور خلیفہ انتخاب کیا جاتا ہے [2]

([1]) السیاسۃ الشرعیۃ علی منہج الوحیین القرآن والسنۃ الصحیحۃ ص181

([2]) حوالہ سابقہ ص189

یہ وہ اقسام تھی جو مامون حموش نے بیان کی ہیں اس کے علاوہ بھی کچھ اقسام ہیں جیسا کہ توحید اور گناہان کبیرہ سے اجتناب پر،اور فرائض کی ادائیگی وغیرہ جن کی تفاصیل اہل سنت کتب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

تیسری فصل:۔بیعت کی شرائط

بیعت کی حقیقت کو کامل طور پر سمجھنا اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک اس کی شرائط اور ارکان کی معرفت حاصل نہ جائے ،تاکہ ہم یہ دیکھ سکیں کے کون سی شئی بیعت کے مقومات میں سے ہے تا کہ اس کے ذریعہ بیعت صحیح معنی میں واقع ہو جائے اور جہاں وہ نہ پائی جائے بیعت کو کالعدم قرار دیا جائے۔

بیعت کی شرائط یا ارکان تین ہیں

1. مبایع : بیعت کرنے والا
2. المبایع لہ : جس کے لئے بیعت لی جارہی ہے
3. المعاہدہ : جس چیز کے لئے بیعت لی جارہی ہے اس معاہدہ یا معاقدہ کا ہونا

ان میں دیکھا جائے کے مبایع (بیعت کرنے والا) جب بیعت کر رہا تھا کیا اس میں مطلوبہ شرائط پائی جاتی تھیں جن کی وجہ سے بیعت صحیح واقع ہوتی ہے۔نیز المبایع لہ (جس کی بیعت کی جارہی ہے)اس میں یہ ملاحظہ کیا جائے گا کہ کیا وہ بیعت کا حقدار بھی تھا کہ نہیں اور جس چیز پر، جس عمل پر یہ معاہدہِ بیعت لیا جارہاہے کیا وہ بیعت کا متعلق واقع ہو سکتا ہے یا نہیں؟

چوتھی فصل:۔بیعت کے صحیح ہونے کی شرائط

اہل سنت علماء کی نزدیک بیعت کے صحیح ہونے کے لئے چند شرائط ہیں

1. **ان یجتمع فی الماخوذلہ البیعۃ شروط الامامۃ۔۔۔**

2. **ان یکون المتولی لعقد البیعۃ اہل الحل والعقد۔۔۔**

3. ان یجیب المبایع الی البیعۃفلوامتنع لم تنعقد امامتہولم یجبرعلیہا

4. ان یتحد المعقود لہ، بان لاتنعقد البیعۃ لاکثرمن واحد

5. ان تکون البیعۃ علی کتاب اللہ وسنۃ رسولہ قولاوفعلا

6. الحریۃ الکاملۃ للمبایِع فی البیعۃ لانہا عقد مرضاۃواختیا ر لااکراہ فیہا

7. الاشہاد علی المبایعۃ مستحب وغیرواجب[1]

1. جس کے لئے بیعت لی جارہی ہے اس میں امامت کی شرائط کا جمع ہونا۔۔۔

2. بیعت کا انعقاد کرنے والے متولی اھل حل وعقد ہوں۔۔۔

3. مبائع (جس کی بیعت کی جارہی ہے) بیعت کی اجازت دے اگروہ منع کرتا ہے تواس کی امامت منعقد نہیں ہوگی اوراس کو مجبور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

4. معقود لہ ایک ہو کیونکہ ایک سے زیادہ کے لئے بیعت منعقد نہیں ہوتی

5. بیعت اللہ کی کتاب اوراس کے رسول کی سنت قولی وفعلی پر ہو۔

6. بیعت کرنے والے کو بیعت میں مکمل آزادی ہو کیونکہ یہ رضایت واختیار کا معاہدہ ہے جس میں اکراہ نہیں ہوسکتا

7. مبایعت پر گواہ ہونا مستحب ہے اور واجب نہیں

([1])السیاسۃ الشرعیۃ علی منہج الوحیین القرآن والسنۃ الصحیحۃ: مامون حموش ص190

یہ تھیں بیعت کے صحیح واقع ہونے کی شرائط اب چونکہ بیعت کی صحت میں پہلی شرط ہے مبایَع میں امامت کی شرائط کا پایا جانا تو یہاں اہل سنت کی زبانی خلیفہ کی شرائط بھی ذکر کی جارہی ہیں

پانچویں فصل: خلیفہ کی شرائط

اہل سنت حضرات کے نزدیک خلیفہ کی شرائط درج ذیل ہیں

شروط الخلیفة: اول هذه الشروط :هوالتزام الخلیفة باحکام الکتاب والسنة والثانی هذه الشروط : ان تتوفر الحریة الکاملة للامة فی البیعة وان لایکون فیها ای نوع من انواع الضغط اوالاکراه وثالث هذه الشروط : المعارضة[1]

خلیفہ کی شرائط میں سے اول یہ ہے کہ وہ کتاب وسنت کے احکام کا پابند ہو

اور دوسری شرط یہ ہے کے بیعت میں امت کو مکمل آزادی حاصل ہواور اس میں کسی قسم کی زورزبردستی یااکراہ نہ ہو

اور تیسری شرط ہے تعارض کا پایا جانا(کیونکہ اہل سنت کے ہاں یہ اجتہادی مسئلہ ہے جس کی بناپر تعارض کا ہونا ممکن ہے)

ان شرائط کو لکھتے ہوئے دوسری شرط کے ضمن میں ظافر قاسمی لکھتے ہیں اگر زورزبردستی واکراہ جیسے دیگر عوامل پائے گئے تو بیعت سرے سے باطل قرار پائے گی، گویا وہ بیعت کلعدم شمار کی جائے گی۔

شیعہ نقطہ نگاہ سے تو بیعت امامت وخلافت کے لئے ضروری ہی نہیں ہے (اس کی مزید وضاحت بعد میں آرہی ہے) اس بارے ہمارے علماء کی تصریحات موجود ہیں شیخ راضی آل یٰسین لکھتے ہیں

"امابیعة الناس لیست شرطافی امامة الامام"[1]

([1]) نظام الحکم فی الشریعة والتاریخ الاسلامی: ظافر قاسمی جلد1ص274،275

بلکہ ہم تو یہ بھی کہتے ہیں کہ منصبِ نبوت اصل ہے اور امامت و خلافت اس کی فرع ہے جب اصل میں بیعت شرط نہیں تو فرع میں بدرجہ اولی شرط نہیں ہو سکتی۔

کیا مکرِہ کی بیعت نافذ ہو گی؟

بیعت کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے شرط نمبر (6) اور خلیفہ کی شرائط میں شرط نمبر (2) میں یہ واضح ہو چکا ہے کہ بیعت مکرہ شرعی طور پر نافذ نہیں ہوتی اور اس بارے میں اہل سنت کے امام مالک کا فتوی بھی یہی ہے

انہ افتی الناس ببیایعتہ —ای محمد بن عبداللہ بن حسن الذی خرج سنہ145ھ—فقیل لہ فان فی اعناقنا بیعۃ للمنصور فقال انما کنتم مکرھین فلیس للمکرہ بیعۃ[2]

امام مالکؒ نے فتوی محمد بن عبداللہ بن حسن کی بیعت کرنے کا فتوی دیا جس نے 145ھ میں خروج کیا تو امام مالک کو کہا گیا ہماری گردن پر منصور کی بیعت ہے (یعنی ہم پہلے ہی منصور عباسی کی بیعت کر چکے ہیں) تو امام مالک نے فرمایا بیشک تم مکرہین تھے (یعنی مجبور تھے) اور مکرہ کی بیعت نہیں ہوتی۔

لہٰذا واضح ہوا کہ جو انسان بیعت کرنے پر مجبور ہوا گروہ بیعت کر بھی لیتا ہے تو اس کی بیعت نافذ نہیں ہو گئی، اور اس کی بیعت کلعدم شمار کی جائے گئی۔

قارئین کرام ذرا غور فرمایئے جب شیعہ و اہل سنت علماء کے نزدیک مکرہ کی بیعت نافذ ہی نہیں ہوتی تو ان اہل سنت کاتبین سے دریافت کیا جائے کہ جن شیعہ کتن کے حوالہ دے دے کر انہوں نے اپنی نام نہاد تحقیقات کے صفحات رنگین کیئے

([1]) صلح الحسن علیہ السلام: الشیخ راضی آل یٰسین ص54

([2]) السیاسۃ الشرعیۃ علی منہج الوحیین القرآن والسنۃ الصحیحۃ: مامون حموش ص194

ہیں حالانکہ ان حوالہ جات کو ملاحظہ کیا جائے تو اکثر میں بیعت اکراہی کا ذکر موجود ہے تو کیا ایسا حوالہ دے کر دوسرے پر تسلیم خلافت کا الزام کرنا خیانت نہیں ؟

اور اہل جدل جانتے ہیں کہ الزام خصم ان کے مسلمات سے کیا جاتا ہے اور جو چیز خصم حتی فریقین کے نزدیک مردود ہو اس سے الزام خصم بھی مردود ہوتا ہے۔

کیا منصب خلافت بیعت کا محتاج ہے ؟

بیعت کی حقیقت کو مزید واضح کرنے کے لئے یہ بیان ضروری ہے کہ کیا منصب امامت و خلافت بیعت کا محتاج ہے ؟ کیا بیعت کے ذریعہ سے کسی کو منصب امامت مل سکتا ہے ؟

اس باب میں مکتب تشیّع کا نظریہ اظہر من الشّمس ہے کیونکہ شیعہ اثنا عشریہ کے نزدیک یہ منصب خالصةً منصب الہی ہے جس طرح منصب رسالت و نبوت اللہ عطا کرتا ہے اسی طرح منصب خلافت و امامت بھی وہی عطا کرتا ہے اس میں عوام کی بیعت کرنا یا نہ کرنا عوام کا راضی ہونا یا نہ ہونا کوئی دخالت نہیں رکھتا ،بلکہ ہمارئے نزدیک امامت کا تعین نص کے ساتھ ہوتا ہے جیسا کہ علامہ جعفر سبحانی لکھتے ہیں

الطريق لاثبات الامامة عند الشيعة الامامية منحصرة في النص من النبیﷺ والامام السابق [1]

شیعہ امامیہ کے نزدیک امامت کے اثبات کا راستہ نبیﷺ اور سابق امام کی جانب سے نص میں منحصر ہے

اس کے بر عکس اہل سنت والجماعت کے ہاں تعیین امامت میں اھل حل وعقد کا کسی شخص کی بیعت کرنا بھی منصب امامت کے اعطاء کے لئے ایک راستہ ہے جیسا کہ خود ان کے علماء رقمطراز ہیں

([1]) محاضرات فی الھیات شیخ جعفر سبحانی ص331

تنعقد الامامة بطرق:احدها بيعة اهل الحل والعقد من العلماء والروساء[1]

امامت چند طرق سے منعقد ہوتی ہے ان میں سے ایک علماء ورؤساء میں اہل حل وعقد کا بیعت کرنا ہے

اسی طرح العقیدۃ الطحاویہ کی شرح میں خلافت قائم کرنے کے چار طریقے بیان ہوئے جن میں سے پہلا یہی ہے کہ

قوم کے زعماء، رؤساء، جنگی کمانڈر وغیرہ جن کو قوم سے ہمدردی ہے وہ کسی کے ہاتھ پر بیعت کریں۔۔۔[2]

فریقین کے امامت کی تعیین میں اس بنیادی اختلاف اور دونوں کے مبانی کی وضاحت کے بعد آپ خود انصاف کریں جب شیعہ اثناعشریہ کے نزدیک بیعت کسی کی امامت وخلافت کی دلیل بن ہی نہیں سکتی تو کئی صفحات پر مشتمل بیعت سے متعلق مواد جمع کر کے شیعہ اثناعشریہ پر حجت قائم کرنا چہ معنی دارد؟

بحث جدل کا بنیادی اصول ہے (الحجة للخصم من مسلماته) مد مقابل کو اس کے مسلمات سے حجت پیش کریں تو کیا وجہ ہے کہ اس اصول کو پس پشت ڈال کر بلاوجہ شیعہ کے نزدیک غیر مسلمہ بحث کا سہارا لے کر ان کو متہم کیا جائے؟

اس مختصر سے وضاحت کے بعد یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی کے بیعت کی روایات و عبارات کے سہارے سے مکتب خلفاء کے تمام استدلال مہمل و بے معنی قرار پاتے ہیں جن کی کوئی وقعت وحیثیت نہیں ہے۔اور رہی وہ روایات و عبارات جن سے استدلال کیا جاتا ہے ان کی تحقیق بھی قارئین کے پیش خدمت ہے خود ملاحظہ کریں اور اس کے بعد انصاف کا دامن تھام کر فیصلہ کریں کہ واقعی وہ تمام استدلال جو ان کو مد نظر رکھ کر کئے جاتے ہیں سب بے معنی ہیں۔

([1]) شرح المقاصد: تالیف سعد الدین التفتازانی المجلد الثالث المقصد السادس الفصل الرابع ص470

([2]) شرح العقیدۃ الطحاویۃ: مفتی احسان اللہ شائق ص204

چوتھا باب: وہ روایت مسئلہ بیعت کے لئے جن سے استدلال کیا جاتا ہے

ائمہ علیہم السلام کا خلفاء کی بیعت کرنے کے سلسلے میں جن روایات کا سہارا لیا جاتا ہے ہم یہاں ان کو چند طائفہ میں ذکر کر کے ان کا جواب بھی قارئین کے پیش خدمت کرتے ہیں۔

پہلی فصل:۔روایات کا طائفہ اولی

اس طائفہ میں ان روایات کا ذکر کیا جائے گا جن کو مکتب خلفاء کے پیروکار حضرت علی علیہ السلام کی خلفاء کی بیعت کرنے کے سلسلے میں پیش کی جاتی ہیں اور مستَدِل جن سے یہ استدلال کرتا ہے کہ

اولا: حضرت علی علیہ السلام نے جب خلفاء کی بیعت کر کے ان کی خلافت و امارت کو تسلیم کر لیا تو آپ لوگ کیوں ان کی خلافت سے انکار پر مصر ہیں؟

ثانیا: جب علی علیہ السلام نے ان کی خلافت کو تسلیم کر لیا تو پھر خلیفہ بر حق وہی ٹھرے تو آپ شیعہ حضرات خلفاء کی خلافت کا انکار کر کے حضرت علی علیہ السلام کی امامت و خلافت بلا فصل پر بضد کیوں ہیں؟

اور اس استدلال کے لئے اکثر علماء اہل سنت نے اپنی کتابوں میں جن روایات کو ذکر کیا ہے اور جن کی بنیاد پر وہ اپنے استدلال کی ناقص دیوار کھڑی کرتے ہیں اب ذرا ان روایات کو ملاحظہ کیجئے اور خود انصاف کیجئے کیا وہ روایات شیعہ کو پیش کر کے ان سے ایسا استدلال کرنا کوئی اہمیت رکھتا ہے؟

ہم نے ان روایات کے لئے اہل سنت عالم محمد نافع کی کتابوں سے مواد اخذ کیا ہے اور ساتھ ہی ان کے چند استدلال بھی پیش کریں گئے تاکہ حقیقت قارئین کے سامنے روشن ہو جائے۔

پہلی روایت:۔

عن حنان بن سدیر عن أبیه عن أبی جعفر ع قال کان الناس أهل ردة بعد النبی ص إلا ثلاثة، فقلت: و من الثلاثة قال: المقداد و أبو ذر و سلمان الفارسی،

ثم عرف أناس بعد يسير، فقال: هؤلاء الذين دارت عليهم الرحى۔ و أبوا أن يبايعوا۔حتى جاءوا بأمير المؤمنين ع مكرها فبايع، و ذلك قول الله «وَ ما مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ أَ فَإِنْ ماتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلى أَعْقابِكُمْ۔ وَ مَنْ يَنْقَلِبْ عَلى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللهَ شَيْئاً۔ وَ سَيَجْزِي اللهُ الشَّاكِرِينَ» [1]

ترجمہ: امام باقرع سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے بعد سوائے تین کے سب لوگ مرتد ہو گئے سدیر کہتے ہیں میں نے سوال کیا وہ تین کون ہیں؟ امام ع نے فرمایا مقداد اور ابوذر اور سلمان فارسی رضی اللہ عنھم پھر لوگوں کو کچھ مدت بعد معلوم ہوا تو کہا یہی تو وہ لوگ ہیں جن پر نظام کا دارومدار ہے تو لوگوں نے بیعت سے انکار کر لیا یہاں تک کہ انہوں نے امیر المؤمنین کو مجبور کر کے لایا تو ان لوگوں نے بیعت کی۔ اللہ کا قول ہے کہ اور محمد ﷺ تو بس رسول ہی ہیں، اور ان سے پہلے اور بھی رسول گزر چکے ہیں۔ بھلا اگر یہ وفات پا جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گئے؟ اور جو الٹے پاؤں پھر جائے گا وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا، اور اللہ عنقریب شکر گزاروں کو جزا دے گا۔

جواب:۔

اس روایت میں لفظ (مکرھا) اس بات کا شاہد ہے کہ اس روایت سے مولا علی علیہ السلام کا بیعت جبری کرنا ثابت ہوتا ہے اور سابقا تفصیل سے بیان ہو چکا ہے کہ بیعت جبری نافذ نہیں ہوتی۔

یہ اور اس جیسی روایات سے غلط استدلال کر کے شور مچایا جاتا ہے کہ شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے کہ سوائے تین صحابہ کے سب مرتد ہو گئے۔ اور اس سے عوام کو شیعہ کے خلاف بھڑکایا جاتا ہے اور ایسے ناقص استدلالات سے کتب اہل سنت بھری پڑی ہیں یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ایک مفہوم اپنی طرف سے بنا کر شیعہ کی سر دھونپ دیا جائے حالانکہ خود اہل سنت کتب بعد از وفات نبی ﷺ ارتداد کی ذکر سے بھری پڑی ہیں۔

---

[1] تفسير العياشي، ج1، ص: 199، البحار ج 6: 749. البرهان ج 1: 319. الصافي ج 1: 305

مرتد کی دو قسمیں ہیں ایک مرتد عن الاسلام جو اسلام سے پھر گیا ہو اور دوسرا مرتد عن الاستقامۃ جو استقامت سے پھر گیاہے اور اس روایت میں بھی استقامت کا راستہ ترک کرنا ہی مراد ہے اور بطور شاہد بعد والی روایت دیکھی جاسکتی ہے جس میں یہ ذکر موجود ہے کہ علی ع کے لئے ان لوگوں کا اس بیعت پر رہنا ان کے اسلام سے مرتد ہونے سے زیادہ محبوب تھا یعنی وہ علی ع کی ولایت وامامت سے مرتد ہوگئے تھے نہ کہ اسلام سے مرتد ہوئے۔اور خود اہل عالم وحید الزمان نے جو ترجمہ کیا وہ اس مسئلہ کو حل کردیتا ہے ملاحظہ کریں

ارتد الناس الا ثلاثة سلمان وابوذر والمقداد قلت عمار قال كان جاص جيصة

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے سب لوگ پھر گئے تھے مگر تین شخص سلیمان فارسی رض اور ابوذر غفاری رض اور مقداد بن اسود رض میں نے کہا عمار بن یاسر؟ تو انہوں نے (یعنی امام جعفر نے) کہا وہ بھی ذرا مڑ گئے تھے (پھر راہ راست پر آگئے) [1]

اور یہی انصاف والا ترجمہ ہے جو ہم تسلیم کرتے ہیں اگر شیعہ کے نظریہ کی رعایت کرتے ہوئے ہمارے عقائد کو بیان کیا جاتا تو یہ نوبت نہ آتی جو آج ہے کہ عوام کے نظر میں شیعہ کے ایسے ایسے عقائد متعارف ہیں جن کو خود شیعہ بھی تسلیم نہیں کرتے ہیں۔اور رہی بات مد مقابل کی احادیث کو اپنی من مانی تفسیر وترجمہ سے مفہوم بگاڑ کر پیش کرنا تو یہ حد درجہ کی ناانصافی ہے جیسا کہ خود اہل سنت عالم عبد المنان راسخ لکھتے ہیں

اپنی طرف سے ضعیف حدیث کا ترجمہ و مفہوم بگاڑ کر دوسرے پر مسلط کردینا یہ کوئی تحقیق اور انصاف نہیں، کیونکہ اگر کوئی ہماری حدیث کا ترجمہ و مفہوم وہ بیان کرئے جو خلاف نص ہو یا ہمارے ہاں معتبر نہیں تو کیا ہم اسے تسلیم کریں گئے؟ ہرگز نہیں [2]

([1]) لغات الحدیث: وحید الزمان ج 4 کتاب ج صفحہ 143 طبع کراچی

([2]) آیات قرآنی واحادیث نبوی کی روشنی میں "لعنتی کون" ص 114

اس کے برخلاف جو معنی ہمارے اوپر داغ دیا جاتا ہے خود ان کی کتب اس سے لبریز ہیں مثال کے طور پر چند نمونے پیش خدمت ہیں علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں

حضرتؐ نے جب وفات پائی تو مدینہ منافقوں سے بھرا پڑا تھا جو مدت سے اس بات کے منتظر تھے کہ رسول کا سایہ اٹھ جائے تو اسلام کو پامال کر دیں[1]

عبد الرحمان ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے

حضرت ابو بکر نے سب سے پہلے جو کام کیا وہ لشکر اسامہ رض کو روانہ کرنا تھا اگرچہ اس وقت تقریبا کل عرب مرتد ہو گیا تھا، اکثر قبائل کے قبائل اسلام سے پھر چکے تھے ،ایسے قبیلے بہت کم تھے جن میں شاذ مرتد ہوئے تھے۔ہر طرف نفاق کی تاریکی چھا گئی تھی، مخالف ہواؤں کے جھونکے چل رہے تھے، ارتدار کی سیاہ گھٹائیں امڈی آ رہی تھیں[2]

اس کے علاوہ بخاری شریف ترمذی شریف اور دسیوں کتب ان روایت سے بھری پڑی ہیں جو صحابہ کے ارتداد کو ثابت کرتی ہیں۔اس کے باوجود الزام شیعہ پر دیا جاتا ہے۔العجب

دوسری روایت:۔

حُمَيْدُ بْنُ زِيَادٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْكِنْدِيِّ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ عَنْ أَبَانِ بْنِ عُثْمَانَ عَنِ الْفُضَيْلِ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ: إِنَّ النَّاسَ لَمَّا صَنَعُوا مَا صَنَعُوا إِذْ بَايَعُوا أَبَا بَكْرٍ لَمْ يَمْنَعْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ع مِنْ أَنْ يَدْعُوَ إِلَى نَفْسِهِ إِلَّا نَظَراً لِلنَّاسِ وَ تَخَوُّفاً عَلَيْهِمْ أَنْ يَرْتَدُّوا عَنِ الْإِسْلَامِ فَيَعْبُدُوا الْأَوْثَانَ وَ لَا يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللَّهِ ص وَ كَانَ الْأَحَبَّ إِلَيْهِ أَنْ يُقِرَّهُمْ عَلَى مَا صَنَعُوا مِنْ أَنْ يَرْتَدُّوا عَنْ جَمِيعِ الْإِسْلَامِ وَ إِنَّمَا هَلَكَ الَّذِينَ رَكِبُوا مَا رَكِبُوا فَأَمَّا مَنْ لَمْ يَصْنَعْ ذَلِكَ وَ دَخَلَ فِيمَا

([1])الفاروق : شبلی نعمانی حصہ اول ص34 مطبع قدیمی دہلی

([2])تاریخ ابن خلدون جلد1 حصہ اول باب11 ص181

دَخَلَ فِيهِ النَّاسُ عَلَى غَيْرِ عِلْمٍ وَ لَا عَدَاوَةٍ لِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ ع فَإِنَّ ذَلِكَ لَا يُكْفِرُهُ وَ لَا يُخْرِجُهُ مِنَ الْإِسْلَامِ۔ وَلِذَلِكَ كَتَمَ عَلِيٌّ ع أَمْرَهُ وَبَايَعَ مُكْرَهاً حَيْثُ لَمْ يَجِدْ أَعْوَاناً[1]

"زرارہ نے امام باقر ع سے روایت کی امام ع نے فرمایا لوگوں نے جو کرنا تھا وہ کیا اور ابو بکر کی بیعت کر لی امیر المومنین علی ع نے ان کو منع نہ کیا اس وجہ سے کہ لوگوں کو اپنی امامت کی دعوت دیں سوائے لوگوں کی اصلاح کی فکر کے اور اس خوف سے کہ مبادا یہ لوگ اسلام سے پلٹ جائیں اور بتوں کی عبادت کرنے لگیں اور اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور علی ع کے لئے ان لوگوں نے جو کیا اسی پر رہنا ان کے سارے اسلام سے رخ موڑنے سے زیادہ محبوب تھا ھلاکت صرف انہی کے لئے تھی جو اس کے مرتکب ہوئے البتہ وہ لوگ جنہوں نے ایسا نہیں کیا اور بغیر علم و بغیر امیر المومنین ع کی دشمنی کے وہاں داخل ہوئے جہاں دوسرے لوگ داخل ہوگئے تو یہ ان کو کافر نہیں بناتا اور نہ ہی ان کو اسلام سے خارج کرتا ہے اسی وجہ سے علی ع نے اپنے امر کو مخفی رکھا اور اعوان و انصار نہ پا کر مجبورا بیعت کر لی"

جواب:۔

اس روایت میں بھی بیعت جبری ثابت ہوتی ہے اور روایت کے الفاظ (وَ بَايَعَ مُكْرَهاً) اس پر شاہد ہیں۔

تیسری روایت:۔

وَ رَوَى إِبْرَاهِيمُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَخْلَدٍ الْبَجَلِيِّ عَنْ دَاوُدَ بْنِ يَزِيدَ الْأَوْدِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ: إِنِّي لَجَالِسٌ عِنْدَ أَبِي بَكْرٍ إِذْ جِيءَ بِعَلِيٍّ

---

[1] الكافي ، ج8، ص: 296 حديث 454

ع فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ بَايِعْ فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ ع فَإِنْ أَنَا لَمْ أُبَايِعْ قَالَ أَضْرِبُ الَّذِی فِيهِ عَيْنَاكَ فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ اشْهَدْ ثُمَّ مَدَّ يَدَهُ فَبَايَعَه[1]

"عدی بن حاتم سے روایت ہے میں ابو بکر کے پاس بیٹھا تھا جب علی ع کو لایا گیا تو ابو بکر نے علی ع سے کہا بیعت کرو۔ علی ع نے ابو بکر کو کہا اگر میں بیعت نہ کروں تو؟

ابو بکر نے کہا (میں تمہارا سر تن سے جدا کر دوں گا) پس علی ع نے آسمان کی طرف رخ کیا پھر فرمایا اے اللہ تو گواہ رہنا پس اپنے ہاتھ کو بڑھایا اور ابو بکر کی بیعت کی"

جواب:۔

اس روایت کو مولانا محمد نافع نے تلخیص الشافی کا حوالہ دے کر لکھا اور صرف آخری عبارت نقل کی (ثُمَّ مَدَّ يَدَهُ فَبَايَعَه) اور خود اس کا جو ترجمہ ان الفاظ میں کیا

حاصل یہ ہے کہ (حالات سے مجبور ہو کر) پھر علی نے ہاتھ بڑھایا اور ابو بکر کے ساتھ بیعت کی۔[2]

اس ترجمہ نے ہی مسئلہ حل کر دیا اور خود ہی موصوف نے (حالات سے مجبور ہو کر) کے الفاظ سے اپنے استدلال کا نقص واضح کر دیا اور ہم واضح کر چکے ہیں کہ بیعت مکرہ نافذ نہیں ہوتی۔اور ویسے بھی عربی ادب سے آشنا فرد روایت کے لب ولہجہ سے بخوبی جان سکتا ہے کہ (جِیءَ بِعَلِیٍّ) اور (أَضْرِبُ الَّذِی فِيهِ عَيْنَاكَ) یہ بیعت جبری پر واضح قرائن ہیں۔ نیز ان سے مولائے کائنات علی علیہ السلام کی مظلومیت کو مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کہ دین کے اس پیکر نے دین کی بقاء کی خاطر کیسے کیسے ظلم سہے ہیں۔

([1])بحار الأنوار ج28، ص: 393

([2])رحماء بینھم: مولانا محمد نافع جلد1ص263

چوتھی روایت:۔

یہ روایت نافع صاحب نے احتجاج طبرسی سے نقل کی اور نقل شدہ عبارت درج ذیل ہے

فَلَمَّا وَرَدَتِ الْكُتُبُ عَلَى أُسَامَةَ انْصَرَفَ بِمَنْ مَعَهُ حَتَّى دَخَلَ الْمَدِينَةَ فَلَمَّا رَأَى اجْتِمَاعَ الْخَلْقِ عَلَى أَبِي بَكْرٍ انْطَلَقَ إِلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ع فَقَالَ لَهُ مَا هَذَا؟ قَالَ لَهُ عَلِيٌّ هَذَا مَا تَرَى قَالَ لَهُ أُسَامَةُ فَهَلْ بَايَعْتَهُ؟ فَقَالَ نَعَمْ۔ [1]

ہم نافع صاحب کا بیان کیا ہوا ترجمہ ہی پیش کرتے ہیں

جب اسامہ بن زید کے پاس چٹھی پہنچی تو وہ اپنے ساتھیوں سمیت مدینہ شریف میں واپس آ گئے اور دیکھا کہ بیعت کے لئے لوگ ابو بکر کے پاس جمع ہو چکے ہیں تو اسامہ حضرت علی کے پاس چلے گئے اور دریافت کرنے لگے کہ یہ کیا بات ہے؟ تو حضرت علی نے فرمایا جو آپ دیکھ رہے ہیں وہی تو ہے پھر اسامہ نے پوچھا کیا آپ نے ابو بکر (الصدیق) سے بیعت کر لی؟ تو حضرت علی نے فرمایا: ہاں کر لی۔

جواب:۔

نافع صاحب نے بڑی ہوشیاری سے احتجاج کی عبارت نقل کی اور انتہائی فریب کاری کے ساتھ متن کا سیاق و سباق نگل گئے ورنہ سابقہ روایات کی طرح یہ بھی ان کے ناقص استدلال کی مصداق قرار پاتی چلیں ہم وہ عبارت نقل کرتے ہیں جس کو درج کرنے سے موصوف نے کنارہ کشی اختیار کی بعد والی عبارت یہ ہے

قَالَ لَهُ أُسَامَةُ فَهَلْ بَايَعْتَهُ فَقَالَ نَعَمْ يَا أُسَامَةُ فَقَالَ طَائِعاً أَوْ كَارِهاً فَقَالَ لَا بَلْ كَارِهاً۔۔۔ [1]

([1]) حوالہ بالا

حضرت علیؑ سے اسامہ نے پوچھا کیا آپ نے ابو بکر کی بیعت کرلی تو علی علیہ السلام نے کہا ہاں تو اسامہ نے کہا آپ نے بیعت اختیاراکی یا جبراواکراھا؟ حضرت علیؑ نے فرمایا نہیں بلکہ مجبورا کی ہے۔[1]

اس روایت سے بھی بیعت اجباری ثابت ہوتی ہے جو کہ نافذ نہیں ہوتی۔

پانچویں روایت

نافع صاحب نے ایک روایت کتاب ناسخ التواریخ اور کتاب منار الہدی سے لی اور اس کا مطلوبہ حصہ یہ پیش کیا ہے

فَمَشَيْتُ عِنْدَ ذَلِكَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَبَايَعْتُهُ وَ نَهَضْتُ فِي تِلْكَ الْأَحْدَاثِ حَتَّى زَاغَ الْبَاطِلُ وَزَهَقَ وَ كَانَتْ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ فَتَوَلَّى أَبُوبَكْرٍ تِلْكَ الْأُمُورَ فَيَسَّرَ وَ سَدَّدَ وَقَارَبَ وَ اقْتَصَدَ فَصَحِبْتُهُ مُنَاصِحاً وَ أَطَعْتُهُ فِيمَا أَطَاعَ اللهَ فِيهِ جَاهِداً[2]

حضرت علی فرماتے ہیں (ان مصائب کے وقت) میں ابو بکر کے پاس چلا گیا اور میں نے بیعت کی اور ان حوادث کے دفع کرنے کی خاطر میں ان کی نصرت کے لئے اٹھا حتی کے باطل چلا گیا اور اللہ کا کلمہ بلند ہو گیا اگرچہ یہ کفار کا ناپسند تھا۔ پس ابو بکر امور (خلافت) کے متولی ہوا۔ اس نے ان حالات کو درست کیا اور آسانی پیدا کردی اور حق کی بات کے قریب ہوا اور اس نے میںنہ روی اختیار کی پس میں ابو بکر کا مصاحب و ہمنشین رہا اور میں نے کوشش سے ابو بکر کی اطاعت وتابعداری کی جن امور میں اس نے خدا کی فرمابرداری کی۔

([1])الإحتجاج على أهل اللجاج للطبرسي، ج1، ص: 87

([2])رحماء بینھم: محمد نافع ص285

جواب:۔

یہ پیش کردہ روایت سند کے لحاظ سے قابل قبول نہیں ہے نہ ہی متن اعتبار کے قابل ہے اس کے لئے ہم ان دونوں پہلوں پر قدرے روشنی ڈالتے ہیں

روایت کی سندی حیثیت

اس کی سند کچھ یوں ہے

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُنْدَبٍ عَنْ أَبِيهِ جُنْدَبٍ قَالَ۔۔۔۔۔ [1]

اس کی سند میں واقع راوی عبدالرحمٰن بن جندب مجہول ہے دیکھئے

عبدالرحمٰن بن جندب من اصحاب علی علیہ السلام مجہول [2]

عبدالرحمٰن بن جندب امام علیؑ کے اصحاب میں سے، مجہول ہے

عبدالرحمٰن بن جندب مجہول [3]

روایت کی درایتی کیفیت

درایت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اس کے متن میں ایک افسانوی کردار عبداللہ بن سبا کا ذکر ہوا ہے۔ علماء امامیہ نے اپنی تحقیقات میں ثابت کیا ہے کہ یہ ایک فرضی کردار ہے جس کا کوئی وجودِ حقیقی نہیں ہے۔

([1])الغارات ج1، ص: 203،بحار الأنوار ج33، ص: 568،منهاج البراعة في شرح نهج البلاغة ج3، ص: 383

([2])المفید من معجم الرجال الحدیث: احمد الجوھری ص329

([3])جامع الرواۃ: محمد بن علی الاردبیلی جلد1 ص447 باب العین بعدہ الباء

مزید تحقیق کے شائقین علامہ مرتضی عسکری کی کتاب عبداللہ بن سبا کی جانب رجوع کریں جہاں سیف بن عمر کی فرضی شخصیت کا عمدہ ذکر کیا گیا ہے اگر قضیہ اسی طرح ہے تو پھر اس روایت کے متن میں عبداللہ بن سبا نامی شخص کا آنا موجبہ بانتفاء الموضوع ہے جب ایسے نام کا کوئی شخص وجود ہی نہیں رکھتا تھا اور ایک فرضی کردار ہے تو آنا جانا چہ معنی دارد؟ اور یہی حقیقت اس کی درایتی کیفیت کو اجاگر کر دیتی ہے کہ جس طرح سند ضعیف ہے متن بھی ناقابل اعتبار ہے۔

چھٹی روایت

روایت کے نقل کرنے سے قبل اس روایت سے استدلال کرنے والوں کے کلمات بھی درج کر دیتا ہوں تاکہ مستدل کا استدلال، روایت اور پھر ہمارا جواب تاکہ حقیقت کاملا قارئین کی فہم میں سماجائے کیونکہ بیعت کے ذریعہ استدلال کرنے والوں کی ان کے زعم باطل کے مطابق سب سے اعلی دلیل یہی ہے جس سے وہ اپنے خلفاء کی خلافت کو حق ثابت کرتے ہیں۔

اس روایت کو بطور دلیل پیش کرتے ہوئے اہل سنت عالم محمد نافع کے الفاظ یہ ہیں:

یہ (بیان) اپنے مفہوم میں اس قدر واضح تر ہے کہ کسی خارجی تشریح کا محتاج نہیں ہے پہلے اس کا محمل و محل و موقع معلوم کر لینا کافی ہے وہ اس طرح ہے کہ جنگ جمل میں شکست خوردہ پارٹی اپنی جگی جمع ہوئی اور ان کو اپنی کوتاہی اور غلطی کا احساس ہوا پھر اس وقت معذرت خواہی کے لئے حضرت علی کی خدمت میں پیش ہو کر اپنا کچھ بیان ذکر کرنا چاہا۔اندریں حالات ان کے متکلم کو علی نے روک کر ان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

قَالَ: فَبَايَعْتُمْ أَبَا بَكْرٍ وَ عَدَلْتُمْ عَنِّي، فَبَايَعْتُ أَبَا بَكْرٍ كَمَا بَايَعْتُمُوهُ، وَ كَرِهْتُ أَنْ أَشُقَّ عَصَا الْمُسْلِمِينَ، وَ أَنْ أُفَرِّقَ بَيْنَ جَمَاعَتِهِمْ، ثُمَّ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ جَعَلَهَا لِعُمَرَ مِنْ بَعْدِهِ، وَ أَنْتُمْ تَعْلَمُونَ أَنِّي أَوْلَى النَّاسِ بِرَسُولِ اللهِ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ) وَ بِالنَّاسِ مِنْ بَعْدِهِ، فَبَايَعْتُ عُمَرَ كَمَا بَايَعْتُمُوهُ، فَوَفَيْتُ لَهُ بِبَيْعَتِهِ حَتَّى لَمَّا قُتِلَ جَعَلَنِي سَادِسَ سِتَّةٍ، فَدَخَلْتُ حَيْثُ أَدْخَلَنِي، وَ كَرِهْتُ أَنْ أُفَرِّقَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَ أَشُقَّ عَصَاهُمْ، فَبَايَعْتُمْ عُثْمَانَ فَبَايَعْتُهُ، ثُمَّ طَعَنْتُمْ عَلَى عُثْمَانَ فَقَتَلْتُمُوهُ، وَ أَنَا جَالِسٌ فِي بَيْتِي، ثُمَّ أَتَيْتُمُونِي غَيْرَ دَاعٍ لَكُمْ وَ لَا مُسْتَكْرِهٍ لِأَحَدٍ مِنْكُمْ، فَبَايَعْتُمُونِي كَمَا بَايَعْتُمْ أَبَا

بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ، فَمَا جَعَلَكُمْ أَحَقَّ أَنْ تَفُوا لِأَبِي بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ بِبَيْعَتِهِمْ مِنْكُمْ بِبَيْعَتِي قَالُوا: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، كُنْ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ: «لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللهُ لَكُمْ وَ هُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ» [1]

یعنی علی مخاطبین کو فرماتے ہیں تم نے ابو بکر کی بیعت کی اور مجھ سے منصرف ہو گئے اور پھر گئے۔ پس جس طرح تم نے ابو بکر سے بیعت کی تھی اسی طرح میں نے بھی ان سے بیعت کی تھی اور میں نے مسلمانوں کے اتفاق کی لاٹھی توڑنے کو مکروہ جانا، اور ان کی جماعت میں تفریق ڈالنے کو ناپسند کیا۔ پھر ابو بکر نے (خلافت) اپنے بعد عمر کے لئے تجویز کر لیا اور تم کو معلوم ہے کہ میں رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم (یہاں موصوف نے وآلہ کا ترجمہ نہ کر کے علمی خیانت کی ہے) کے ساتھ اور لوگوں کے ساتھ آپ کے بعد زیادہ حق رکھتا تھا۔ پس میں نے عمر کی بیعت کی جس طرح تم لوگوں نے ان کی بیعت کی اور میں نے اس بیعت کے حقوق کو پورا کیا۔ حتی کہ جب عمر پر قاتلانہ حملہ ہوا تو عمر نے مجھے چھ آدمیوں (کی سب کمیٹی) میں ایک چھٹا ممبر قرار دے کر شامل کیا پس میں نے ان کا شامل کرنا قبول کر لیا اور میں مسلمانوں کی جماعت میں تفریق کو برا جانا اور ان کے اتفاق کی لاٹھی کو توڑنا ناپسند کیا۔

اس کے بعد تم نے عثمان کی بیعت کی پس میں نے بھی ان سے بیعت کیا اور میں (شہادت عثمانی کے بعد) گھر میں بیٹھا ہوا تھا نہ میں نے تمہیں بلا بھیجا اور نہ مجبور کیا پس تم میرے پاس آئے اور تم نے میری بیعت کی جیسا کے تم نے ابو بکر عمر عثمان کے ساتھ بیعت کی تھی۔ پس کیا وجہ ہے کہ ان حضرات ثلاثہ سے جو تم نے بیعت کی تھی اس کا وفاء وایفاء کرنا میری بیعت کی ایفاء وفاء سے زیادہ حقدار ہے؟

اس وقت تمام مخاطبین وسامعین نے عرض کیا کہ یا امیر المؤمنین آپ کو اب اس طرح فرمان جاری کرنا چاہیئے جس طرح خدا کے صالح بندے (یوسف علیہ السلام) نے اپنے

---

[1] الأمالي (للطوسي)، النص، ص: 507 المجلس الثامن عشر

معذرت خواہوں کے حق میں ارشاد فرمایا تھا لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ
(آج تم پر کچھ الزام اور سرزنش نہیں ہے اللہ تم کو معاف کردے وہ سن سے بڑا مہربان ہے)

اس کا ترجمہ کرنے کے بعد موصوف نے اس سے استدلال کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی کا اپنا قول ہے کہ میں نے خلفاءِ ثلاثہ کی بیعت کی، نیز اپنی بیعت کو لوگوں کی بیعت سے تشبیہ دے کر بتایا ہے کہ میں نے جبر و اکرہ بیعت نہیں کی تھی اور اس کا شائد لفظ (کما) ہے۔اور عثمان نے کمیٹی کے افراد میں شامل کیا تھا ان کو حضرت علی پر پورا اعتماد تھا تبھی کیا اور علیؑ نے اس کو قبول بھی کیا یہ انکے باہمی ارتباط اور تعلقات کے درست ہونے کی علامت ہے۔ [1]

جواب:۔

سابقہ روایت کی مانند اس میں بھی دو طرح بحث کی جائے گئی سندی حیثیت اور درایتی کیفیت

سند کے رواۃ کا حال

اس کی سند کے اکثر راوی مجہول الحال ہیں

ابوجعفر محمد بن الحسين بن حفص الخصعمي الأشناني الكوفي مجهول [2]

علي بن هاشم بن البريد مجهول [3]

هاشم بن البريد مجهول [4]

اس کی سند میں مجاہیل کی کثرت ہی اس کی ضعیف ہونے کی علامت ہے۔

([1]) رحماء بینھم: محمد نافع ص270

([2]) المفید من معجم الرجال الحدیث: لجوہری ص817 الرقم 10567،10589

([3]) نفس السابق ص417، الرقم 8568،7566،8580

([4]) نفس السابق ص650، الرقم 13263،13260،13289

روایت کا متن

حضرت علی علیہ السلام نے الزام الخصم کے تحت بیعت کا ذکر کیا ہے اور متن کی روش اس کی گواہ ہے کہ تم نے جس طرح سابقہ خلفاء کی بیعت کی ہے اسی طرح میری بھی کی ہے تو پھر اطاعت میں عمل میں تفاوت کیوں ہے کہ ان کی اطاعت تو کرو اور میرے مقابل کھڑے ہو جاؤ یہ کیسا انصاف ہے۔

ساتویں روایت

ایک عبارت نہج البلاغہ کے خطبہ سے ذکر کی جاتی ہے جو درج ذیل ہے:

رَضِينَا عَنِ اللهِ قَضَاءَهُ وَ سَلَّمْنَا لِلَّهِ أَمْرَهُ أَتَرَانِي أَكْذِبُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ص وَ اللهِ لَأَنَا أَوَّلُ مَنْ صَدَّقَهُ فَلَا أَكُونُ أَوَّلَ مَنْ كَذَبَ عَلَيْهِ فَنَظَرْتُ فِي أَمْرِي فَإِذَا طَاعَتِي قَدْ سَبَقَتْ بَيْعَتِي وَإِذَا الْمِيثَاقُ فِي عُنُقِي لِغَيْرِي۔ [1]

اس روایت کا ترجمہ خود مولوی نافع کی کتاب سے درج ذیل ہے

"حاصل کلام یہ ہے کہ (حضرت علی) فرماتے ہیں کہ اللہ کی تقدیر و قضا پر ہم اللہ کے لئے راضی ہو گئے۔ اور ہم نے اللہ کے لئے اس کے امیر کو تسلیم کر لیا (اے مخاطب) تو میرے متعلق خیال کرتا ہے کہ میں رسول اللہ کے خلاف کہہ دونگا حالانکہ میں پہلے پہل تصدیق جنندگان میں سے ہوں پس رسول اللہ کے خلاف میں پہلا جھوٹ کہنے والا نہیں ہو سکتا پس میں نے اپنے معاملہ (خلافت) میں غور و فکر کی تو اس مسئلہ میں میرا تابعداری کرنا میرے بیعت کرنے سے سبقت کر چکا ہے۔ اور میرے غیر یعنی ابو بکر کے حق میں میری گردن میں عہد و پیمان لازم ہو چکا ہے"

اب دیکھئے موصوف کا استدلال کرنا "خلاصہ یہ کہ مسئلہ بیعت کے متعلق نبی کریم علیہ الصلواۃ والتسلیم سے میرا پختہ عھد و پیمان غیر کے حق میں ہو چکا تھا۔ اور وہ غیر ابو بکر ہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ الکریم اذا وعد وفا (شر فا جب وعدہ کر لیتے ہیں تو پورا

---

[1] نہج البلاغہ خطبہ 37

کیا کرتے ہیں) پس اب ان کی بیعت کر لینے کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔فلھذا میں نے بیعت کرنے سے امتناع وانقباض نہیں اختیار کیا" پھر اس کے بعد موصوف اس روایت کے چند فوائد ذکر کرتے ہیں جو ان کے زعم باطل میں ان کے حق میں تھے

" ایک تو ثابت ہوا کہ بیعت کے مسئلہ میں حضرت علی کی طرف سے تسلیم و رضامندی پائی جاتی تھی ،دوسرا یہ کہ جبر واکراہ کی بے شمار داستانیں تیار شدہ ہیں وہ اس کلام نے کلعدم قرار دے دیں ، نیز تاخیر بیعت کے لئے جو مدت کثیرہ تجویز کی جاتی ہے وہ بلکل صحیح نہیں کیونکہ جب تابعداری بیعت سے سبقت کر چکی ہے پھر تاخیر کا کوئی مطلب ہی نہیں ؛اور واضح ہو گیا کہ حضرت علی نے عہد نبوی کے ایفاء کے پیش نظر یہ بیعت کر لی تھی کوئی دوسرا امر جبار واضطرار بلکل سامنے نہ تھا (لا اسبیل الی الامتناع منھا) کا یہی مفہوم ہے " [1]

جواب :۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اس خطبہ کا حوالہ دینا ہی غلط ہے کیونکہ یہ مخلوط العبارات خطبہ ہے جس کو سید رضیؒ نے چار متفرق خطبوں سے انتخاب کیا لہٰذا جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ کونسا حصہ کس خطبہ کا ہے اس وقت تک اس کی سند و متن پر بحث نہیں ہو سکتی ہے۔اور اس بات کا اعتراف اسی خطبہ کے ذیل میں اہل سنت معتزلی عالم ابن ابی الحدید نے بھی کیا ہے کہ یہ مخلوط العبارات خطبہ ہے۔صاحب منہاج البراعۃ نے بھی ابن ابی الحدید کی عبارت سے استفادہ کرتے ہوئے اس کلام کو چار فصلوں میں ذکر فرما کر ہر ایک کی الگ وضاحت کی ہے۔

فصل اول(**فقمت بالامر**) سے لے کر (**استبدت برھانھا**)تک جو امام علی علیہ السلام کے فضائل و مناقب پر مشتمل ہے

فصل دوم (**کلجبل لا تحکه القواصف**)سے لے کر(**حتی آخذ الحق منه**)تک جو اپنی ظاہری خلافت کے حصول کی جانب اشارہ ہے نیز مولا کے عادلانہ نظام کو بیان کر رہی ہے۔

([1]) رحماء بینھم: محمد نافع جلد اول صفحہ 267

فصل سوم (رَضِينَا عَنِ اللهِ قَضَاءَهُ) سے لے کر (فَلَا أَكُونُ أَوَّلَ مَنْ كَذَبَ عَلَيْهِ) تک ہے جس میں قضائے الٰہی پر صبر و تسلیم و رضا پر مشتمل ہے کیونکہ امام علی علیہ السلام نے جانا کہ بعض افراد آپ کو دعوی (سلونی قبل ان تفقدونی) میں کاذب جانتے ہیں تو ان کو جواب دیتے ہوئے یہ کلام ارشاد فرمایا۔

فصل چہارم (فَنَظَرْتُ فِي أَمْرِي) سے لے کر (وَإِذَا الْمِيثَاقُ فِي عُنُقِي لِغَيْرِي) تک ہے جو وفات پیغمبر ﷺ کے بعد آپ پر گزرنے والے ناگوار حالات پر مشتمل ہے۔

اب ذرا محمد نافع کے ترجمہ کو ملاحظہ کریں اور اس کی فریب کاری میں پی ایچ ڈی کو دیکھیں کہ کس طرح فصل سوم اور چہارم کے مطالب کو یکساں کر کے ترجمہ کیا اور بات کہاں سے کہاں نکل گئی۔ حالانکہ فصل سوم مورد خلافت کو بیان ہی نہیں کر رہی پھر بھی جناب نے (رَضِينَا عَنِ اللّٰہِ قَضَاءَہُ وَسَلَّمْنَا لِلّٰہِ اَمْرَہُ) کا ترجمہ یہ کیا ہے (کہ اللہ کی تقدیر و قضا پر ہم اللہ کے لئے راضی ہو گئے۔ اور ہم نے اللہ کے لئے اس کے امیر کو تسلیم کر لیا) جب کے عبارت میں لفظ امر آیا ہے جس کو معنی حکم پروردگار بنتا ہے نہ کہ امیر یعنی حاکم کو تسلیم کرنا۔ سچ ہے اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی۔

اور دوسری بات یہ کہ اس عبارت سے خود اہل سنت کے موقف کی تائید نہیں بلکہ تردید ہوتی ہے۔ کیونکہ جناب نافع صاحب نے روایت کے استدلال میں اتنا تو قبول کر لیا کہ حضرت علی علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے کیئے ہوئے وعدہ کے پابند تھے اسی لیئے بیعت کی اور ساتھ میں قاعدہ بھی بیان کر دیا (الکریم اذا وعد وفا) لیکن جناب نے اس وعدہ کو ذکر نہیں فرمایا ورنہ ان کا کیا استدلال فاسد ہو جاتا۔ لیجئے ہم بیان کرتے ہیں وہ وعدہ کیا تھا جس کی پاسداری مولائے کائنات کرتے رہے۔

عن علی قال مما عهد الی النبی ان الامة ستغدر بی من بعده [1]

علی سے روایت ہے فرمایا جن باتوں پر نبی ﷺ نے مجھ سے عھد لیا ان میں سے ایک یہ ہے کہ نبی ﷺ کے انکی امت مجھ سے غداری کرے گی۔

([1]) کنز العمال: علی متقی ہندی جلد 11 صفحہ 297 رقم الحدیث 31561

عن علی قال قال لی رسول اللہ عهد معهود ان الامة ستغدر بك بعدی ـــ [1]

علی سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پکا عہد ہے کہ میرے بعد امت تم سے غداری کرے گی۔

دوسری فصل:۔روایت کا طائفہ ثانیہ

یہاں وہ روایت ذکر کی جائیں گی جو امام حسن و امام حسین علیہما السلام کی بیعتِ خلفاء کے ضمن میں پیش کی جاتی ہیں

پہلی روایت

أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّكُمْ لَوِ الْتَمَسْتُمْ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ رَجُلًا جَدُّهُ رَسُولُ اللهِ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ) وَ أَبُوهُ وَصِيُّ رَسُولِ اللهِ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ) لَمْ تَجِدُوا غَيْرِي وَ غَيْرَ أَخِي، فَاتَّقُوا اللهَ وَ لَا تَضِلُّوا بَعْدَ الْبَيَانِ، وَ كَيْفَ بِكُمْ وَ أَنَّى ذَلِكَ مِنْكُمْ! أَلَا وَإِنِّي قَدْ بَايَعْتُ هَذَا ـ وَ أَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى مُعَاوِيَةَ ـ «وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَكُمْ وَ مَتَاعٌ إِلَى حِينٍ» [2]

اے لوگو! اگر تم مشرق و مغرب میں ایسے مرد کو تلاش کرو جس کا نانا رسول اللہ ﷺ اور باب رسول اللہ ﷺ کا وصی ہو تو میری اور میرے بھائی کے سوا کسی کو نہ پاؤ گئے پس اللہ سے ڈرو اور حق واضح ہونے کے بعد گمراہی اختیار نہ کرو،۔۔۔آگاہ رہو کہ میں نے اس کی بیعت کی (اور اپنے ہاتھ سے امام حسن ع نے معاویہ کی طرف اشارہ کیا)

([1]) نفس السابق رقم الحدیث 31562

([2]) الأمالی (للطوسی)، النص، ص: 567 المجلس الثامن عشر، البرہان فی تفسیر القرآن، ج4، ص: 458 (جلد 6 ص 266 موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت)، بحار الأنوار (ط - بیروت)، ج10، ص: 143، حلیۃ الأبرار فی إحوال محمد و آلہ الأطہار علیہم السلام، ج2، ص: 78

جواب:۔

اس روایت کا جواب بھی دو طرح سے دیا جائے گا پہلے اس کی سندی حیثیت پھر متن کی درایتی کیفیت

سندی حیثیت

اس کی سند میں ایک راوی علی بن حسان الواسطی ہے جس کا تذکرہ کرتے ہوئے محمد جوہری لکھتے ہیں:

"اذا کانت الروایت عن عبد الرحمن بن کثیر فھو الھاشمی الضعیف وفی غیر ذلك فالامر ملتبس لابد منه التوقف، طریق الصدوق الیه صحیح وطریق الشیخ الیه ضعیف" [1]

جب علی بن حسان الواسطی، عبد الرحمٰن بن کثیر سے روایت کروئے تو وہ ہاشمی ضعیف ہے اوراس کے علاوہ بھی یہ معاملہ مخلوط ہے جس میں توقف ضروری ہے، شیخ صدوقؒ کا علی بن حسان تک طریق صحیح ہے اور شیخ طوسیؒ کا علی بن حسان تک طرق ضعیف ہے۔

اب دیکھئے اس روایت کا مکمل سلسلہ سند تاکہ حقیقت مزید واضح ہو جائے۔

حَدَّثَنَا الشَّيْخُ أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ الطُّوسِيُّ (رَضِيَ اللهُ عَنْهُ)، قَالَ: أَخْبَرَنَا جَمَاعَةٌ، عَنْ أَبِي الْمُفَضَّلِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْهَمْدَانِيُّ بِالْكُوفَةِ وَ سَأَلْتُهُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُفَضَّلِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ قَيْسٍ الْأَشْعَرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَسَّانَ الْوَاسِطِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ كَثِيرٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ (عَلَيْهِمُ السَّلَامُ)، قَالَ: لَمَّا أَجْمَعَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) عَلَى صُلْحِ مُعَاوِيَةَ [2]

([1]) المفید من معجم الرجال الحدیث ص388

([2]) الأمالي (للطوسی)، النص، ص 562 المجلس الثامن عشر

قارئین آپ نے ملاحظہ کیا کہ اس سند میں علی بن حسان الواسطی جو خود ثقہ ہے مگر وہ عبدالرحمٰن بن کثیر الہاشمی سے روایت کر رہا ہے جو کہ ضعیف ہے نیز اس میں علی بن حسان واسطی تک طریق بھی شیخ طوسیؒ کا ہے جس کے بارے بیان ہو چکا ہے کہ شیخ طوسیؒ کو واسطی تک طریق ضعیف ہے۔ لہٰذا یہ مذکورہ روایت سند کے لحاظ سے ضعیف قرار پائی اور ضعیف روایت ہم پر حجت قرار نہیں پاتی نیز باقی جن علماء نے اس روایت کو نقل کیا ان سب کا ماخذ بھی شیخ طوسیؒ کی کتاب الامالی ہی ہے۔ لہٰذا ایسی مخدوش روایت سے ہمارے خلاف احتجاج ناقص ہے۔

درایتی کیفیت

اس کا مکمل متن پڑھنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس میں امام حسن علیہ السلام نے اپنے بابا علی علیہ السلام اور دیگر اہل بیت کا تعارف انتہائی عمدہ طریقہ سے کرایا اور کئی مقامات پر حضرت علی علیہ السلام کا خلافت کی نسبت دوسروں سے اولی ہونا بیان کیا اور ان کے بعد اپنے بارے میں خلافت کی اہلیت کو بتایا نیز یہ بھی بتایا کہ معاویہ قطعاً خلافت کا اہل نہیں ہے جیسا کہ اس روایت میں ہے

"وَإِنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ صَخْرٍ زَعَمَ أَنِّي رَأَيْتُهُ لِلْخِلَافَةِ أَهْلًا، وَلَمْ أَرَ نَفْسِي لَهَا أَهْلًا، فَكَذَبَ مُعَاوِيَةُ"

معاویہ بن صخر گمان کرتا ہے کہ میں اس کو خلافت کا اہل سمجھتا ہوں اور خود کو خلافت کا اہل نہیں پاتا تو معاویہ نے جھوٹ بولا۔

اور امام حسن علیہ السلام نے اس میں معاویہ کی بیعت جبری کا اظہار بھی کیا کہ امام علیہ السلام کو چند امور کی وجہ سے معاویہ کی بیعت کرنا پڑی ورنہ امام قطعاً اس کی بیعت پر راضی نہ تھے امام حسن علیہ السلام نے فرمایا:

"وَ قَدْ خَذَلَتْنِي الْأُمَّةُ وَ بَايَعَتْكَ يَا ابْنَ حَرْبٍ، وَ لَوْ وَجَدْتُ عَلَيْكَ أَعْوَاناً يَخْلُصُونَ مَا بَايَعْتُكَ"

امت نے مجھے ذلیل کر دیا اور اے ابن حرب امت نے تیری بیعت کی اور اگر میں تیری خلاف کوئی مخلص مددگار پاتا تو میں تیری بیعت نہ کرتا۔

ان حقائق کے بعد بھی اگر کوئی اس روایت اور دیگر روایت سے امام حسن علیہ السلام کی معاویہ سے قلبی رضامندی سے بیعت پر استدلال و اصرار کرے تو پھر اس کی اندھی عقل کا کوئی علاج نہیں۔

دوسری روایت

یہ روایت بہت سے افراد بڑے فخر سے پیش کرتے ہیں اور زعم باطل میں اس کو اپنے لئے بہت بڑی دلیل متصور کرتے ہیں کہ اس روایت میں صراحت کیا تھ ثابت ہوتا ہے کہ حسنین کریمین علیہما السلام نے معاویہ کی بیعت کی۔ احسان الہی ظہیر اس روایت کو پیش کرنے سے پہلے لکھتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ:

> **شیعہ قوم شرمندہ ہو جاتی ہے جب وہ یہ کلمہ سنتے ہیں کہ امام حسن نے معاویہ سے صلح کرلی اور اس کی بیعت کرلی پھر وہ بہت کچھ کہتے ہیں اور ایسی تاویلات کرتے ہیں جن کو عقل تسلیم نہیں کرتی اور فکر ان سے انکار کرتی ہے اور جو باتیں وہ کہتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام حسن نے معاویہ سے مصالحت کی تھی نہ کہ بیعت۔ ہم اختصار کرتے ہوئے ان کی کتب سے صرف ایک روایت پیش کرتے ہیں اور ہم گمان کرتے ہیں کہ اہل معرفت کے لئے یہی روایت کافی رہے گی۔**[1]

اب روایت کو پیش کرنے والوں کا استدلال تو دیکھ لیا اب ذرا آیئے اس روایت پر کچھ علمی بحث کرتے ہیں۔

قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ (ع) يَقُولُ إِنَّ مُعَاوِيَةَ كَتَبَ إِلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ (صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمَا) أَنِ اقْدَمْ أَنْتَ وَ الْحُسَيْنُ وَ أَصْحَابُ عَلِيٍّ! فَخَرَجَ مَعَهُمْ قَيْسُ بْنُ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ الْأَنْصَارِيُّ وَ قَدِمُوا الشَّامَ، فَأَذِنَ لَهُمْ مُعَاوِيَةُ وَ أَعَدَّ لَهُمُ الْخُطَبَاءَ، فَقَالَ يَا حَسَنُ قُمْ فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايَعَ ثُمَّ قَالَ لِلْحُسَيْنِ (ع) قُمْ فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايَعَ ثُمَّ قَالَ

([1]) الشیعہ واھل البیت ص277

قُمْ يَا قَيْسُ فَبَايِعْ فَالْتَفَتَ إِلَى الْحُسَيْنِ (ع) يَنْظُرُ مَا يَأْمُرُهُ، فَقَالَ يَا قَيْسُ إِنَّهُ إِمَامِي يَعْنِي الْحَسَنَ (ع).[1]

راوی کہتا ہے میں نے امام صادق علیہ السلام سے سنا وہ فرمارہے تھے کہ معاویہ نے حسنؑ بن علیؑ کو لکھ کہ آپ اور حسین اور اصحاب علی تشریف لائیں پس قیس بن سعد بن عبادہ انصاری بھی ان کے ساتھ نکلے اور سب شام کو چلے جب معاویہ سے ملے (معاویہ نے اجازت دی اور ان کے لئے خطباء کو مقرر کیا) اے حسن اٹھو بیعت کرو پس وہ اٹھے اور بیعت کی پھر حسین علیہ السلام کو کہا اٹھو اور بیعت کرو وہ بھی اٹھے اور بیعت کی پھر کہا اے قیس اٹھو اور بیعت کرو تو قیس امام حسین علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور دیکھ رہا تھا کہ وہ کیا حکم دیتے ہیں توامام حسین علیہ السلام نے کہا وہ میرا امام ہے یعنی حسن۔

جواب:۔

یہ روایت از لحاظ سند ضعیف ہے اول سند ملاحظہ کیجئے پھر روات کا حال ذکر کرتے ہیں

جَبْرَئِيلُ بْنُ أَحْمَدَ وَ أَبُو إِسْحَاقَ حَمْدَوَيْهِ وَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ نُصَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْحَمِيدِ الْعَطَّارِ الْكُوفِيِّ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَعْقُوبَ عَنْ فُضَيْلٍ غُلَامِ مُحَمَّدِ بْنِ رَاشِدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع يَقُولُ إِنَّ مُعَاوِيَةَ كَتَبَ إِلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمَا

سندی حیثیت

جبرئیل بن احمد کے بارے میں علامہ خوئیؒ لکھتے ہیں:

([1]) رجال الکشی المعروف اختیار معرفۃ الرجال: محمد بن عمر الکشی، تصحیح و تلخیص شیخ طوسیؒ ص110

و الکشی، یروی عنه کثیرا، و یعتمد علیه، و یروی ما وجده بخطه و لکنك عرفت غیر مرة ۔ أن اعتماد القدماء علی رجل، لا یدل علی وثاقته و لا علی حسنه، لاحتمال أن یکون ذلك من جهة بنائهم علی أصالة العدالة. [1]

علامہ کشیؒ نے اس کثرت سے روایت لی اور اس پر اعتماد کیا اور جو اس کے خط میں پایا اسی کو روایت کی لیکن آپ نے کئی بار دیکھا ہو گا کہ قدماء کا کسی شخص پر اعتماد کرنا اس کی وثاقت یا حسن پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ احتمال ہے ان کے اعتماد کی بنیاد اصالۃ صحت ہو۔

اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ آیۃ اللہ خوئیؒ جبرئیل بن احمد کی توثیق و تحسین کو قبول نہیں فرماتے ہیں اس پر (لا یدل علی وثاقتہ ولا علی حسنہ) واضح دلالت کرتا ہے۔

محمد بن عبد الحمید بن سالم العطار : مجهول [2]

فضیل مولی محمد بن راشد یہ بھی مجہول ہے

الفضل مولی محمد بن راشد، امامی مجهول [3]

اسی طرح محمد جوہری نے بھی ان کو مجہول ہی لکھا ہے

الفضیل مولی محمد بن راشد، مجهول [4]

([1]) معجم الرجال الحدیث : جلد 4 ص 33 رقم الراوی 2046

([2]) المفید من معجم الرجال الحدیث ص 540 رقم الراوی 1152

([3]) نتائج التنقیح فی تمییز السقیم من الصحیح ص 122 رقم الراوی 9490

([4]) المفید من معجم الرجال الحدیث ص 460 رقم الراوی 9462، 9463۔

تیسری فصل: امام حسین علیہ السلام اور ارادہ بیعت یزید

ہر صاحب علم جانتا ہے کہ واقعہ کربلا کے وجود میں آنے کا واحد سبب امام حسین علیہ السلام کا یزید کی بیعت سے انکار تھا اور امام علیہ السلام آخری وقت تک اس پر قائم رہے لیکن کچھ لوگ شیعہ کتب کا حوالہ دیتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام یزید کی بیعت سے راضی تھے اور چاہتے تھے کہ اس کی بیعت کریں حتیٰ کہ امام عالی مقام علیہ السلام نے یزید کو امیر المومنین بھی کہا اور اس روایت کا سیاق و سباق کچھ یوں ہے کہ عمر بن سعد نے ابن زیاد کو خط لکھ کہ حسین علیہ السلام نے مجھے تین باتوں میں سے ایک کو تسلیم کرنے کی تجویز دی ہے اور ان میں سے تیسری شرط یہ ہے کہ :

" أَنْ يَأْتِيَ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ يَزِيدَ فَيَضَعَ يَدَهُ فِي يَدِهِ فَيَرَى فِيمَا بَيْنَهُ وَ بَيْنَهُ رَأْيَه "[1]

انہیں امیر المومنین یزید طرف جانے دوں تا کہ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیں اور اس معاملہ میں اپنی اور اس کی رائے کا مشاہدہ کریں

جواب :۔

ایک عام انسان بھی یہ گمان نہیں کر سکتا کہ ایسا امام علیہ السلام نے کہا ہو یہ خط عمر ابن سعد نے ابن زیاد کو لکھا اور یہ اس کے اپنے خیالات تھے جنہیں الفاظ میں ڈھال رہا تھا اور امیر المومنین بھی اسی نے اپنی جانب سے لکھا اور رہی بات کہ اس روایت میں کتنی صداقت ہے تو وہ یہ ہے کہ ایسے ہی الفاظ تاریخ طبری و تاریخ کامل میں آئے ہیں لیکن منصف مزاج محققین نے اس کی صداقت سے انکار کیا ہے جیسا کہ اہل سنت محقق **خالد محمد خالد رقمطراز ہیں :**

([1]) الارشاد: شیخ مفید ج2 ص87، اعلام الوری: طبرسی ص236، بحار الانوار: مجلسی ج44 ص389

هو اذن لایعرض کما تزعم بعض الروایات الدخیله ان یذهبوا به الی یزید فیضع یده فی یده هذا تحریف واضح والا ففیما اذن کان امتناعه عن ان یقول بلسانه : بایعت یزید، فینفض جیش ابن زیاد وینتھی کل شیئ [1]

اوراب یہ روایت ان بعض داخل شدہ روایات سے متعارض نہیں کہ وہ سب عمر سعد کے ساتھ یزید کے پاس جائیں اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیں یہ واضح طور پر تحریف ہے وگرنہ امام علیہ کو یہ کہنے میں کیا مانع تھا کہ میں یزید کی بیعت کرتا ہوں (اگر ایسا ہوتا تو) ابن زیاد کا لشکر ہٹ جاتا اور ہر شی ختم ہو جاتی۔

اہل سنت محقق تسلیم کر رہے ہیں کہ وضع الید فی الید والی روایات تحریف شدہ ہیں ورنہ امام علیہ السلام اگر ایسا کہنا چاہتے بھی تو کہہ دیتے کہ میں یزید کی بیعت کرتا ہوں اور سارا معاملہ ختم ہو جاتا۔اور بندہ حقیر بھی کہتا ہے کہ جس بیعت سے انکار پر امام حسین علیہ السلام نے سارا کنبہ بمع محبان رفقاء کے قربان کر دیا لیکن افسوس کہ آج کے نام نہاد مسلمان بیعت ثابت کرنا اپنا شرعی فریضہ سمجھتے ہیں۔حالانکہ اگر بالفرض روایت قبول کر لیں تب بھی اس سے بیعت کا استدلال نہیں ہو سکتا روایت وضع الید فی الید پر اہل سنت عالم محمد عبدالرشید نعمانی کی تحقیق پیش کرتے ہیں جس کے بعد مزید بحث کی ضرورت نہیں رہے گی محمد عبدالرشید نعمانی رقمطراز ہیں :

"حضرت حسین کی پیش کردہ شرطوں میں سے ایک شرط وضع الید فی الید کو کچھ لوگ اپنے موقف پر دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں اور یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آخر میں حضرت حسین یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے بھی تیار ہو گے تھے۔عربی زبان وادب کے ذخیرے سے ایک جملہ بھی ایسا نہ مل سکے گا جس سے ہاتھ میں ہاتھ دینے کا مفہوم بغیر کسی قرینے کے بیعت سمجھا جائے۔۔۔یہ کیسے ممکن تھا کہ امام حسین جیسی شخصیت جو شروع سے بیعت کے خلاف ہو کرب وبلا کے اندیشے سے فورا بیعت کے لئے یا سر جھکانے کے لئے آمادہ ہو جائے۔واقعہ یہ ہے

([1])ابناء الرسول فی کربلا: خالد محمد خالد ص121

کہ یہاں ہاتھ میں ہاتھ ڈالنے سے مراد نہ تو بیعت وانقیاد ہے اور نہ مقابلہ و پنجہ آزمائی بلکہ مراد اصل حریف سے نفس معاملہ پر گفتگو کرنا ہے " [1]

اس بحث سے نتیجہ یہ نکلا کہ اول تو اس قسم کی روایات تاریخ میں تحریف کر کے داخل کی گئی ہیں اور اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ تو وضع الید فی الید سے بیعت کرنا ثابت نہیں ہوتا۔

چوتھی فصل:۔

روایتِ روضۃ الکافی کی تحقیقِ عمیق

امام علی بن حسین علیہما السلام کا یزید کی بیعت کرنا

بعض لوگ روضۃ الکافی کا حوالہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام سجاد علیہ السلام نے یزید کی بیعت کی

ابْنُ مَحْبُوبٍ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ مُعَاوِيَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ ع يَقُولُ إِنَّ يَزِيدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ دَخَلَ الْمَدِينَةَ وَ هُوَ يُرِيدُ الْحَجَّ فَبَعَثَ إِلَى رَجُلٍ قُرَيْشٍ فَأَتَاهُ فَقَالَ لَهُ يَزِيدُ أَ تُقِرُّ لِي أَنَّكَ عَبْدٌ لِي إِنْ شِئْتُ بِعْتُكَ وَ إِنْ شِئْتُ اسْتَرَقَيْتُكَ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ وَ اللَّهِ يَا يَزِيدُ مَا أَنْتَ بِأَكْرَمَ مِنِّي فِي قُرَيْشٍ حَسَباً وَ لَا كَانَ أَبُوكَ أَفْضَلَ مِنْ أَبِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَ الْإِسْلَامِ وَ مَا أَنْتَ بِأَفْضَلَ مِنِّي فِي الدِّينِ وَ لَا بِخَيْرٍ مِنِّي فَكَيْفَ أُقِرُّ لَكَ بِمَا سَأَلْتَ فَقَالَ لَهُ يَزِيدُ إِنْ لَمْ تُقِرَّ لِي وَ اللَّهِ قَتَلْتُكَ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ لَيْسَ قَتْلُكَ إِيَّايَ بِأَعْظَمَ مِنْ قَتْلِكَ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ ع ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ ص فَأَمَرَ بِهِ فَقُتِلَ ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ ع فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَقَالَتِهِ لِلْقُرَشِيِّ فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ ع أَ رَأَيْتَ إِنْ لَمْ أُقِرَّ لَكَ أَ لَيْسَ تَقْتُلُنِي كَمَا قَتَلْتَ الرَّجُلَ بِالْأَمْسِ فَقَالَ لَهُ يَزِيدُ لَعَنَهُ اللَّهُ بَلَى فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ ع قَدْ

([1]) حادثہ کربلا کا پس منظر: محمد عبدالرشید نعمانی ص 58

أُقِرُّ لَكَ بِمَا سَأَلْتَ أَنَا عَبْدٌ مُكْرَهٌ فَإِنْ شِئْتَ فَأَمْسِكْ وَإِنْ شِئْتَ فَبِعْ فَقَالَ لَهُ يَزِيدُ لَعَنَهُ اللهُ أَوْلَى لَكَ حَقَنْتَ دَمَكَ وَلَمْ يَنْقُصْكَ ذَلِكَ مِنْ شَرَفِكَ [1]

ترجمہ:۔ برید بن معاویہ کہتے ہیں میں نے امام باقر علیہ السلام سے سنا انہوں نے فرمایا : بیشک یزید بن معاویہ حج کی غرض سے مدینہ آیا اور قریش کے ایک شخص کو بلا بھیجا جب وہ آگیا تو اس سے یزید نے کہا تم اقرار کرتے ہو کہ تم میرا غلام بننا پسند کرتے ہو خواہ میں تمہیں فروخت کروں یا اپنی ملکیت میں رکھوں ؟

اس قریشی نے کہا: اے یزید ! تو خاندانی شرافت کے لحاظ سے قریش میں مجھ سے بہتر نہیں اور نہ زمانہ جاہلیت واسلام میں تیرا باپ میرے باپ سے افضل تھا اور نہ تو دین میں مجھ سے بہتر ہے اور نہ کسی اور بھلائی میں تو مجھ سے فوقیت رکھتا ہے تو پھر میں تیری اس بات کو کیسے مان سکتا ہوں جو تو نے مجھ سے کہی۔۔۔ اس پر یزید میں نے کہا اگر تو میرا کہنا نہ مانے گا تو خدا کی قسم میں تجھے قتل کر دوں گا اس پر قریشی نے کہا تیرا مجھ کو قتل کرنا فرزند رسول سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے قتل کر دینے سے بڑھ کر تو نہیں۔

یہ سن کر یزید نے اس قریشی کے قتل کا حکم دے دیا اور وہ قتل کر دیئے گئے پھر یزید نے علی بن حسین علیہ السلام کو بلا بھیجا اور وہی کچھ کہا جو اس مرد قریشی سے کہہ چکا۔ امام علیہ السلام کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ اگر میں تیری بات نہ مانوں تو، تو مجھے اس طرح قتل نہ کر دے گا جس طرح تم نے کل ایک قریشی کو قتل کر دیا !

اس پر یزید نے کہا ہاں میں ضرور ایسا ہی کروں گا اس پر امام سجاد علیہ السلام نے یزید کو کہا تو میں قرار کرتا ہو جو کچھ تم نے سوال کیا کہ میں تیرا مجبور شدہ غلام ہو چاہے تو اپنے پاس رکھ لو

([1]) الکافی ج: 8 ص: 235 باب حدِيثُ الْقِبَابِ حدیث نمبر 313

یافروخت کر دو۔یزید نے کہایہ تمہارے لئے بہتر ہو گیاہے کہ اس اقرار نے تیرے کون کی حفاظت کی ہے اوراس سے تیرا شرف و منزلت بھی کم نہیں ہوا۔

جواب:۔

اس روایت پر تفصیلی بحث کر کے ہم کئی پہلوؤں سے نا قابل قبول اور مر دود ہونا ثابت کریں گئے۔

سندی حیثیت

اس کی مکمل سند کچھ یوں ہے:۔

"علی بن ابراہیم عن ابیہ (ابراہیم بن ہاشم) عن ابن محبوب عن ابی ایوب عن برید بن معاویہ قال سمعت ابا جعفرع"

اس سند کو علامہ مجلسیؒ نے اصول کافی کی شرح مراۃالعقول میں حسن قرار دیا ہے [1]

البتہ اس کا جواب حدیث کی تشریح کرتے ہوئے دیاہے جو ہم اسی روایت کے متن پر گفتگو کرتے ہوئے تحریر کریں گئے۔

درایتی کیفیت

اس روایت کی ضمن میں ہم یہ کہتے ہیں کہ اگرچہ روایت کی سند صحیح ہے لیکن متن منکر ہے جس کے شواہد ہم بعد میں تفصیل سے ذکر کرتے ہیں لیکن اس سے قبل ہم ایک مسلمہ قاعدہ کو ذکر کرتے ہیں (کہ آیا ایسا ممکن ہے کہ روایت از لحاظ سند صحیح ہو مگر اس کا متن مردود ہو) تاکہ بحث ہر لحاظ سے کامل ہو جائے۔

([1]) مراۃالعقول: علامہ مجلسیؒ، جلد کتاب الروضۃ حدیث313ص178-79

قاعدہ: سند کا صحیح ہونا متن کی صحت کو مستلزم نہیں

یہاں اس بات کی وضاحت کرنا ضروری ہے کہ علم درایہ کا مبتدی بھی اس قانون سے آشنا ہے کہ اگر کسی بھی عالم کا کسی روایت کی سند پر صحیح یا حسن کا حکم لگانا سند اور متن دونوں کو شامل ہوتا ہے لیکن اگر سند راویوں کی وثاقت اور اتصال کے لحاظ سے درست ہو مگر اس کا متن قرآن مجید کی نص یا کسی خبر متواتر یا تاریخی مسلمہ حقائق سے متصادم ہو تو اس روایت کا متن شاذ متصور ہو گا جیسا کہ اس قانون کو اہل سنت علماء نے اپنی کتب میں لکھا ہے ملاحظہ کریں

الحكم بالصحة او الحسن على الاسناد لايلزم منه الحكم بذالك على المتن اذقد يكون شاذا او معللا[1]

کسی سند پر صحیح یا حسن ہونے کا حکم لگانا اس سے متن پر اس حکم کا لگانا لازم نہیں آتا کیونکہ کبھی متن شاذ یا معلل ہوتا ہے

اور علماء اکثر اس قاعدہ سے استفادہ کرتے ہیں اس بات کی شاہد وہ عبارات ہیں جہاں خود اہل سنت علماء نے راویوں کی وثاقت اور سند کی صحت کے باوجود متن کو منکر قرار دیا جس کی کچھ مثالیں درج ذیل ہیں۔

شمس الدین ذھبی نے المستدرک کی تلخیص میں ایک حدیث جس کو خود امام حاکم نیشاپوری صحیح کہہ چکے تھے اس کے ضمن میں لکھا ہے

قلت هذا وان كان رواته ثقات فهو منكر ليس ببعيد من الوضع[2]

میں بھی یہی کہتا ہوں اگرچہ رواۃ سب ثقہ ہیں لیکن اس کا متن منکر ہے اور بعید نہیں کہ موضوع ہو۔

([1]) الباحث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث: تالیف حافظ ابن کثیر، شارح احمد محمد شاکر ص43، معارف السنن: سید محمد یوسف بنوری جلد2 ص375

([2]) تلخیص المستدرک: شمس الدین ذھبی جلد3 ص128۔ اللیالی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعۃ: جلال الدین سیوطی ص61

اس میں دیکھیں ایک صحیح درجہ کی روایت کو متن کی وجہ سے منکر حتی موضوع تک کہا جارہا ہے یہ اس بات پر واضح دلیل ہے کہ صرف سند کا صحیح ہونا اس کے متن کے قابل قبول ہونے کا موجب نہیں بنتا ہے۔

اسی طرح قاضی محمد اکرم نصرپوری سندھی نے بھی لکھا ہے کہ

رجال الصحیح ومتنه منکر فان النبی لا یقول ذلك لرجل من اهل بدر فجعل المتن منکرا مع الحکم بان رجاله رجال الصحیح[1]

اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور متن منکر ہیں بتحقیق نبی ﷺ نے کسی اہل بدر کے شخص کو ایسا نہیں کہا یہی بات متن کو منکر قرار دیتی ہے درحالانکہ اس کے راوی صحیح (بخاری یا مسلم) کے راوی ہیں۔

اور ابن حجر نے اس قاعدہ کو اپنی کتاب میں لکھا ہے وہ رقمطراز ہیں

لا یلزم من کون رجاله ثقات ان یکون صحیحا[2]

حدیث کے رجال کا ثقہ ہونے سے اس کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا

ان تمام شواہد وعبارات سے ثابت ہوا کہ بعض اوقات روایت کے تمام راوی ثقہ ہوتے ہیں اور حدیث سند کے لحاظ سے صحیح وحسن ہوتی ہے مگر اس کا متن اگر نصوص قرآنی یا روایت متواتر یا کسی تاریخی مسلمہ حقیقت کے خلاف ہو تو متن ناقابل قبول، منکر، شاذ ہوتا ہے۔

([1]) امعان النظر شرح شرح نخبۃ الفکر: قاضی محمد اکرم ص133

([2]) تلخیص الحبیر جلد3ص19

روایت کے متن میں مناقشہ

سابقہ قاعدہ کی رو سے یہ حدیث سند کے لحاظ سے قابل قبول ہے اور بمطابق مراۃ العقول حسن ہے لیکن اس کا متن قابل قبول نہیں جس کی تصریح علماء امامیہ نے جابجا فرمائی ہے۔ جیسا کہ خود مراۃ العقول میں علامہ مجلسی اسی حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں

"قوله علیه السلام دخل المدینة وهو یرید الحج هذا غریب اذ المعروف بین اهل السیر ان هذا الملعون بعد الخلافة لم یات المدینة بل لم یخرج من الشام حتی مات ودخل النار" [1]

اور امام علیہ السلام کا یہ کہنا کہ یزید مدینہ میں داخل ہوا در حالانکہ وہ حج کا ارادہ رکھتا تھا یہ غریب ہے کیونکہ اہل سیر میں معروف ہے کہ یہ ملعون خلافت ملنے کے بعد مدینہ آیا ہی نہیں بلکہ وہ شام سے ہی نہیں نکلا یہاں تک کہ وہ مر گیا اور جہنم رسید ہوا۔

نیز محمد صالح مازندرانیؒ نے بھی اصول کافی کی شرح میں اس حدیث کے تحت لکھا ہے

"وقوله (وهو یرید الحج)ذکر العلماء الاصولیون من علائم کذب الخبر۔۔۔وسفر یزید الی الحجاز لم ینقله احد" [2]

اور ان کا کہنا کہ یزید حج کا ارادہ رکھتا تھا علماء اصولیین نے اس کو خبر کے جھوٹا ہونے کی علامات میں سے قرار دیا ہے۔۔۔اور یزید کا حجاز کی طرف سفر کرنا کسی ایک نے بھی نقل نہیں کیا ہے۔

([1]) مراۃ العقول جلد 26 ص 178،179 حدیث 313

([2]) شرح اصول الکافی: محمد صالح المازندرانیؒ متوفی 1081ھ جلد 12 ص 320

اس کے علاوہ بھی جن علماء نے بھی شرح اصول کافی میں اس حدیث کے ضمن میں اس روایت کے متن کو قبول نہیں فرمایا اور ہم اس بات کی وضاحت کر چکے ہیں۔ لہٰذا یہ روایت بھی ہمارے خلاف حجت نہیں بن سکتی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس روایت کو پیش کرنے کا مقصد یزید کی بے گناہی ثابت کرنا ہے تو خود یہ روایت ہی مستدل کے مدعی کو رد کر دیتی ہے مثلا (لَيْسَ قَتْلُكَ إِيَّایَ بِأَعْظَمَ مِنْ قَتْلِكَ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ ع ابْنَ رَسُولِ اللهِ ص)

اور دوسری بات یہ کہ مستدل یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے بھی خلیفہ وقت یزید کی بیعت کی اور مستدل کی پیش کردہ یہ روایت ہی اس کے استدلال کو فاسد کر دیتی ہے جیسا کہ (أَنَا عَبْدٌ مُكْرَهٌ) جو بیعت اکراہی پر واضح دلالت کرتا ہے جس کو ہم کتب اہل سنت سے باطل اور کالعدم قرار دے چکے ہیں۔

پانچویں فصل

بیعت امام زمانہ علیہ السلام

ایک روایت جس کو شیعہ دشمن افراد نے اپنی کتب کی زینت بنایا اور شیعہ کے نظریہ امامت پر کافی کیچڑ اچھالا کہ شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے کہ جب امام زمانہ علیہ السلام ظہور فرمائیں گئے اور رسول اکرم ﷺ اور علی علیہ السلام ان کی بیعت کریں گئے اور اکثر جو حوالہ دیا جاتا ہے وہ علامہ مجلسیؒ کی حق الیقین سے دیا جاتا ہے اب آیئے پہلے حق الیقین کی عبارت کو نقل کرتے ہیں پھر اس پر تبصرہ کرتے ہیں

"چوں قائم آل محمد صلوات الله علیه و آله بیرون آید خدا او را یاری کند بملائکه واول کسی که او بیعت کند محمد باشد بعد از ان علی"[1]

جب قائم آل محمد (یعنی مہدی) صلوات اللہ علیہ وآلہ ظاہر ہوں گئے تو خدا ان کی فرشتوں کے ذریعہ مدد کرئے گا اور سب سے پہلے ان سے بیعت کرنے والے محمد ہوں گے اور آپ کے بعد دوسرے نمبر پر علی ان سے بیعت کریں گئے۔

([1]) حق الیقین: علامہ مجلسیؒ ص139

جواب

اب جو روایت ذکر ہوئی اس پر تفصیلی ربصرہ کرتے ہیں لیکن قبل ازایں وضاحت کر دوں کہ اس جواب کے لئے استاد محترم مولانا آفتاب حسین جوادی دامت برکاتہ کی کتاب السیف البارق سے استفادہ کیا جارہا ہے۔علامہ جوادی رقمطراز ہیں

" اس نوع کی تمام روایت کمزور درجہ کی ہیں ان کے راوی مجروح اور ضعیف ہیں ان سے استدلال کرنا قرین انصاف نہیں " [1]

اصل میں علامہ مجلسیؒ نے یہ روایت کتاب "الغیبۃ للنعمانی" سے اخذ کی ہے جس کی مکمل سند اور متن کچھ اس طرح ہے

" أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ شَيْبَانَ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ كُلَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ حُمَيْدٍ الْحَنَّاطِ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ الثُّمَالِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ ع يَقُولُ لَوْ قَدْ خَرَجَ قَائِمُ آلِ مُحَمَّدٍ ع لَنَصَرَهُ اللهُ بِالْمَلَائِكَةِ الْمُسَوِّمِينَ وَ الْمُرْدِفِينَ وَ الْمُنْزَلِينَ وَ الْكَرُوبِيِّينَ يَكُونُ جَبْرَئِيلُ أَمَامَهُ وَ مِيكَائِيلُ عَنْ يَمِينِهِ وَ إِسْرَافِيلُ عَنْ يَسَارِهِ وَ الرُّعْبُ يَسِيرُ مَسِيرَةَ شَهْرٍ أَمَامَهُ وَ خَلْفَهُ وَ عَنْ يَمِينِهِ وَ عَنْ شِمَالِهِ وَ الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ حِذَاهُ أَوَّلُ مَنْ يَتْبَعُهُ مُحَمَّدٌ ص وَ عَلِيٌّ ع الثَّانِي وَ مَعَهُ سَيْف " [2]

یہ روایت سند کے لحاظ سے ضعیف تر حدیث ہے جس کے راویوں کے حالات درج ذیل ہیں

یوسف بن کلیب :۔تلاش بسیار کے بعد بھی اس کے حالات کتب رجال میں معلوم نہ ہو سکے یہ مجہول الحال راوی ہے۔

([1]) **السیف البارق: علامہ آفتاب حسین جوادی ص 324**

([2]) **الغیبۃ: محمد بن ابراہیم النعمانی ص 234 باب 16 حدیث 22**

اَلْحَسَنُ بْنُ عَلِیِّ بْنِ اَبِی حَمْزَۃَ یہ بھی مجروح ترین راوی ہے جس کے بارے میں علماء رجال کے تاثرات درج ذیل ہیں

حسن بن علی بن ابی حمزہ۔۔ کذاب ملعون (1)

حسن بن علی بن ابی حمزہ سالم البطائنی ضعیف (2)

یہ تو روایت کی سندی حیثیت تھی اب جو لوگ یہ روایت پیش کرتے ہیں ان کا ایک مقصد یہ بھی ہوتا ہے یہ اس سے امام مہدی علیہ السلام کا نبی کریم ﷺ اور علی علیہ السلام سے افضل ہونا لازم آتا ہے۔

اس کے لئے ہم قبلہ علامہ آفتاب جوادی دامت برکاتہ کے جواب پر اکتفا کریں گئے جوادی صاحب لکھتے ہیں :

بیعت رضوان والی آیت مبارکہ میں "اذ یبایعونک" سے جو بیعت مراد ہے وہ تعاون اور موافقت کا عہد کرنا ہے کیونکہ اسلام لانے والی بیعت تو وہ پہلے ہی کر چکے تھے لہٰذا یقینا تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہاں صحابہ سے تعاون کا مقصد جنگ کے دوران فرار کی راہ اختیار نہ کرنے کا عہد و پیمان ہی ہے۔ اس لئے علامہ مجلسیؒ کی اس روایت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضور اکرم ﷺ اور حضرت علی مرتضی علیہ السلام جناب امام مہدی علیہ السلام سے مفضول قرار پاتے ہیں بلکہ اس بیعت کا مطلب حضرت امام مہدی علیہ السلام سے موافقت اوت تعاون کا اظہار ہے۔ لہٰذا یہی مطلب متبادر الی الذہن اور اقرب الی الفہم کے ہیں علاوہ بریں مبایعت باب "مفاعلہ" میں سے ہے جس میں دو افراد کی فعل میں مشارکت بیان ہوتی ہے ان میں سے ہر ایک فاعل بھی ہوتا ہے اور مفعول بھی۔ اگرچہ ظاہر طور پر ایک فاعل اور دوسرا مفعول کی صورت میں ہوتا ہے یہ مبایعت چونکہ اعلی اور ادنی کے درمیان ہوتی ہے لہٰذا ظاہری حیثیت سے فاعل ادنی ہو تو اس ک امعنی بیعت کرنا ہوتا ہے اور اگر فاعل اعلی ہو تو اس کا معنی بیعت لینا ہوتا ہے یہاں بھی ہی صوت حال ہے کہ حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور مولائے کائنات علی مرتضی علیہ السلام

---

(1) المفید من معجم الرجال الحدیث ص145

(2) تنقیح المقال: عبداللہ مامقانی ص36 رقم الراوی 2619

اعلی ہیں اور حضرت امام مہدی علیہ السلام ادنی لہٰذا ادنی کا اعلی سے بیعت لینا کوئی حقیقت نہیں رکھتا" [1]

حاصلِ بحث

جس طرح یہ کائنات اللہ جل جلالہ نے بنائی اس کا نظام کا چلانے والا اور اس کے قانون بنانے والا بھی صرف وہی ہے اور اس نے جن مصطفیٰ بندوں کو اس دین کی ترویج کے لئے انتخاب کیا وہ بے مثل و بے مثال ہیں جن کی زندگیاں بھی ایسی پاک و طاہر کہ کسی متلاشی کو بھی کوئی عیب نہ مل سکے بلکہ ان کی عظمت کے لئے یہی کافی ہے کہ کائنات میں عظمت سے عاری اور عظمت کے بھکاری ان ہستیوں سے کسی نہ کسی طریقہ پر تعلق بنا بنا کر صاحبِ عظمت بننا چاہتے ہیں لیکن یہ قانون الٰہی ہے وہ کریم جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت کی تاریکیوں میں گم کر دے۔

محترم قارئین وقت کی قلّت کے باوجود بھی اپنی علمی کم مائیگی کے باوجود ان ادلہ کو ناقص ثابت کرنے کی ادنی سی کاوش کی ہے جس یہ انسان اندازہ لگا سکتا ہے کہ خلفاء کی خلافت کو حق ثابت کرنے کے لئے ہماری کتب سے بیعت کی روایت سے استدلال کرنا کتنا ناقص فعل ہے اور حجت بھی ان کے خلاف پیش کی جارہی ہے جن کے ہاں بیعت معیار خلافت ہے ہی نہیں۔ان روایت میں اکثر تو بیعت جبری کو ثابت کرتی ہیں اور از لحاظ سند بھی درست نہیں جن کی وضاحت اپنے مقام پر کر دی گئی ہے۔

ہماری تمام اہل سنت محققین سے گزارش ہے کہ تحقیق میں سچائی اور امانت داری کی روش کو عادت بنائیں اور کمزور سہاروں سے بیت عنکبوت بن تا جائے گا لیکن دلائل و براہین کی ہوا کے سامنے اس کا وجود کوئی حیثیت نہیں رکھتا ہے لہٰذا اپنی تحریروں اور تقریروں میں مسئلہ بیعت کو بنیاد بنا کر کبھی کسی شیعہ کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ آپ جس کو تسلیم نہیں کرتے خود تمہارے ائمہ نے ان کی بیعتیں کی ہیں لہٰذا ان سب کا بیعت کرنا ان کے خلیفہ بر حق ہونے کی دلیل ہے اور اس دلیل کا نقض اس

([1]) السیف البارق: علامہ آفتاب حسین جوادی ص 325،326

مختصر رسالہ میں تسلی سے کر دیا گیا ہے۔اب قارئین کی ذمہ داری ہے کے وہ ان استدلالات اور ان کے جواب کو پڑہیں اور پھر فیصلہ کریں تا کہ ان کو حق تک رسائی حاصل ہو۔

آخر میں دعا کرتا ہوں کہ محمد وآل محمد صلوات اللہ علیہم کے صدقہ اللہ جل جلالہ میری اس حقیر کاوش کو اپنی بارگاہ اقدس میں قبول فرمائے اور جن اساتذہ نے میری علمی وادبی تربیت کی ان سب کو شاد وآباد رکھے اور اسی طرح ہمیں مکتب اہل بیت کی خدمت کی توفیق نوازتا رہے۔

الحمد اللہ الذی جعلنا من المتمسکین بولایۃ علی واولادہ المعصومین علیہم السلام

ماخذ و منابع

1. **بلاغ القرآن:** شیخ محسن علی نجفی مدظلہ مطبع افضل پرنٹنگ پریس لاہور طبع دہم رمضان المبارک 1430ھ اگست 2009ء۔
2. **الامثل فی تفسیر کتاب اللہ المنزل** :آیۃ اللہ سید ناصر مکارم الشیرازی ناشر: مدرسہ امام علی بن ابی طالب مکان چاپ: قم،سال چاپ: 1421ق،نوبت چاپ: اول۔
3. **تفسیر روح البیان:** اسماعیل حقی بروسوی،دار احیاء التراث العربی طبعۃسادسہ 1985ء۔
4. **مدارک التنزیل وحقائق التاویل المعروف تفسیر مدارک:** مؤلف ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی مترجم مولانا شمس الدین مطبع لٹل سٹار پرنٹرز مکتبہ العلم اردو بازار لاہور۔
5. **فتح المنان المعروف تفسیر حقانی:** مولانا عبدالحق حقانی الدہلوی ناشر میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی۔
6. **تفسیر العیاشی:** عیاشی، محمد بن مسعود 320 ق محقق و مصحح: رسولی محلاتی، سید ہاشم ناشر: المطبعۃ العلمیۃ مکان چاپ: تہران سال چاپ: 1380ق
7. **البرہان فی تفسیر القرآن:** بحرانی، سید ہاشم بن سلیمان 1107 ق، مصحح: قسم الدراسات الإسلامیۃ مؤسسۃ البعثۃ, ناشر: مؤسسہ بعثہ, مکان چاپ: قم, سال چاپ: 1374ش
8. **تفسیر الصافی :** فیض کاشانی ملا محسن تحقیق: حسین اعلمی ناشر: انتشارات الصدر مکان چاپ: تہران سال چاپ: 1415ق،نوبت چاپ: دوم
9. **القاموس الجدید:** مولانا وحید الزمان قاسمی کیرانوی ناشر ادارہ اسلامیات لاہور مطبع عرفان افضل پرنٹر لاہور طبع اول جون 1990ء۔

10. **مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل ولطائف الاخبار** : محمد طاہر صدیقی ہندی المتوفی 986ھ مطبع دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن 1387ھ۔

11. **لغات الحدیث** : علامہ وحید الزمان، میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی۔

12. **انوار الباری شرح صحیح البخاری** : سید محمد انور شاہ کشمیری ناشر ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان شعبان 1425ھ۔

13. **کشف الباری عمافی صحیح البخاری** : شیخ الحدیث سلیم اللہ خان مکتبہ فاروقیہ کراچی 1431ھ۔

14. **صحیح مسلم**: مترجم مولانا عابد الرحمان صدیقی کاندہلوی ادارہ اسلامیات لاہور۔کراچی اشاعت اول اپریل 2007ء۔

15. **شرح النووی علی الصحیح المسلم**: ابوالحسن مسلم بن حجاج القشیری مطبوعہ لکھنو۔

16. **تاریخ طبری**: محمد بن جریر طبری ترجمہ محمد اصغر مغل، مولانا اعجاز حسین صمدانی، دارالاشاعت اردو بازار کراچی 2003ء۔

17. **تاریخ ابن خلدون** : عبدالرحمٰن بن خلدون مترجم : راغب رحمانی نفیس اکیڈمی کراچی طبع یازدھم دسمبر 2001ء

18. **الفاروق**: شبلی نعمانی دار الاشاعت اردو بازار کراچی طبع اول 1991ء

19. **تاریخ الاسلام** : شمس الدین الذھبی (؟)

20. **تاریخ اسلام**: مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی مکتبہ الخلیل مطبع جوہر رحمانیہ پرنٹرز جنوری 2004ء۔

21. **سیرت النبی**: شبلی نعمانی ناشر ادارہ اسلامیات اشاعت اول ستمبر 2002ء۔

22. **المفید من معجم الرجال الحدیث** : محمد الجوھری ناشر موسسۃ التاریخ العربی بیروت طبع اولی 1430ھ،2009ء

23. **جامع الرواۃ**: محمد بن علی الاردبیلی من منشورات مکتبۃ ایۃ اللہ العظمی المرعشی النجفی قم۔ایران 1403ھ

24. **رجال الکشی المعروف اختیار معرفۃ الرجال**: محمد بن عمر الکشی، تصحیح و تلخیص شیخ طوسیؒ ناشر: مؤسسہ نشر دانشگاہ مشہد, مکان چاپ: مشہد ,سال چاپ: 1409ق

25. **معجم الرجال الحدیث وتفصیل طبقات الرواۃ**: السید ابوالقاسم الموسوی الخوئیؒ ناشر موسسۃ الامام الخوئی الاسلامیہ

26. **تنقیح المقال**: عبداللہ مامقانی مطبوعہ النجف الاشرف المطبعۃ المرتضویہ

27. **میزان الاعتدال فی نقد الرجال**: شمس الدین محمد بن احمد الذھبی دارالرسالہ العالمیہ دمشق الطبعہ الاولی 2009ء۔

28. **تھذیب التھذیب**: حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی مطبع دائرۃ المعارف النظامیہ ہند الطبعہ الاولی 1325ھ۔

29. **تقریب التھذیب**: حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی دار العاصمہ للنشر والتوزیع۔

30. **الاصابہ فی تمییز الصحابہ**: حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی دار الکتب العلمیہ بیروت، طبع اول 1415ھ

31. **تھذیب الکمال عن اسماء الرجال حافظ جمال الدین یوسف المزی**: موسسہ الرسالۃ بیروت الطبعہ الاولی 1413ھ۔

32. **الکافی**: کلینی، محمد بن یعقوب 329ق، محقق مصحح: غفاری علی اکبر و آخوندی، محمد، ناشر: دار الکتب الإسلامیۃ مکان چاپ: تہران سال چاپ: 1407ق

33. **شرح اصول الکافی**: محمد صالح المازندرانیؒ متوفی 1081ھ، محشیٰ علیہ مرزاابوالحسن الشعرانی ضبط و تصحیح سید علی عاشور دار التراث العربی بیروت طبع اول 1421ھ

34. **مرآۃ العقول فی شرح أخبار آل الرسول**: مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی 1110ق، مصحح: رسولی محلاتی، سید ہاشم، ناشر: دار الکتب الإسلامیۃ، مکان چاپ: تہران، سال چاپ: 1404ق

35. **الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب**: حافظ عبداللہ بن عبد البر دار الاعلام، اردن، عمان، طبع اول 1423ھ

36. **کتاب الجمل من الانساب الاشراف** : الامام احمد بن یحیٰی البلازری دار الفکر بیروت طبع اول 1996ء۔

37. **شرح المصطلحات الکلامیہ**: اعداد قسم الکلام فی مجمع البحوث الاسلامیہ ناشر مجمع البحوث الاسلامیہ طبع اول 1415ھ موسسہ الطبع والنشر فی الآستانہ الرضویہ المقدسہ مشہد مقدس ایران۔

38. **اسد الغابہ از ابن اثیر الجزری** : مترجم عبد الشکور فاروقی، مکتبہ الخلیل اردو بازار لاہور اشاعت 2011ء۔

39. رحماء بینھم مولانا محمد نافع ناشر دار الکتاب لاہور اشاعت نومبر 2014ھ۔

40. **الإحتجاج علی أھل اللجاج**: طبرسی، احمد بن علی 588 ق محقق مصحح: خرسان، محمد باقر ناشر: نشر مرتضی مکان چاپ: مشہد سال چاپ: 1403ق

41. **الغارات** : ثقفی، ابراہیم بن محمد بن سعید بن ہلال 283ق، مصحح: حسینی، عبد الزہراء، ناشر: دار الکتاب الاسلامی، مکان چاپ: قم، سال چاپ: 1410ق

42. **البحار الانوار** : مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی 1110ق، مصحح: جمعی از محققان، ناشر: دار إحیاء التراث العربی، مکان چاپ: بیروت، سال چاپ: 1403ق

43. **منھاج البراعة فی شرح نھج البلاغة** : ہاشمی خویی، میرزا حبیب اللہ 1324ق مترجم: حسن زادہ آملی، حسن وکمرہای، محمد باقر محقق/مصحح: میانجی، ابراہیم ناشر: مکتبة الإسلامیة مکان چاپ: تہران

44. **الأمالی**: طوسی، محمد بن الحسن 460ق محقق مصحح: مؤسسة البعثة ناشر: دار الثقافة مکان چاپ: قم سال چاپ: 1414ق

45. **کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال**: علاء الدین علی متقی ہندی متوفی 975ھ ناشر موسسة الرسالة بیروت طبع ثانی 1986ء

46. **حلیة الأبرار فی أحوال محمد و آلہ الأطھار علیھم السلام** : بحرانی، سید ہاشم بن سلیمان 1107ق ناشر: مؤسسة المعارف الإسلامیة، مکان چاپ: قم. سال چاپ: 1411ق

47. **السیف البارق**: علامہ آفتاب حسین جوادی ناشر مرکز مطالعات اسلامی اشاعت دوم جمادی الاول 1430ھ جولائی 2009ء

48. **الغیبۃ :** محمد بن ابراہیم النعمانی ابن اِبی زینب، محمد بن ابراہیم 360 ق مصحح: غفاری، علی اکبر ناشر: نشر صدوق مکان چاپ: تہران، سال چاپ: 1397ق

49. **آیات قرآنی واحادیث نبوی کی روشنی میں "لعنتی کون"** : عبدالمنان راسخ ناشر مکتبہ قدوسیہ لاہوراشاعت 2004ء

50. **السیاسۃ الشرعیۃ علی منہج الوحیین القرآن والسنۃ الصحیحۃ:** الدکتور مامون حموش، موافقۃ وزارۃ الاعلام دمشق طبع اولی 1426ھ 2005ء

51. **نظام الحکم فی الشریعۃ والتاریخ الاسلامی :** ظافر قاسمی استاد العلوم الاسلامیہ فی الجامعۃ اللبنانیہ مطبوعہ دار النفائس

52. **صلح الحسن علیہ السلام :** الشیخ راضی آل یٰسین ناشر منشورات الشریف الرضی

53. **محاضرات فی الٰھیات:** شیخ جعفر سبحانی تلخیص استاد محقق علی ربانی گلپائگانی ناشر موسسۃ الامام الصادق قم طبع حادی عشر 1427ھ

54. **ابناء الرسول فی کربلا:** خالد محمد خالد ناشر دارالمقطم للنشر والتوزیع قاہرہ جمادی الآخر 1425ھ

55. **حادثہ کربلا کا پس منظر :** محمد عبدالرشید نعمانی، مرتب : ڈاکٹر محسن عثمان ندوی مطبع نائس پرنٹنگ پریس دہلی سن اشاعت 2001ء

56. **الشیعہ واھل البیت :** احسان الٰہی ظہیر ناشر ادارہ ترجمان السنۃ لاہور

57. **الباحث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث : تالیف حافظ ابن کثیر، شارح احمد محمد شاکر**

58. **معارف السنن : سید محمد یوسف بنوری**

59. **حق الیقین :علامہ مجلسی (فارسی چاپ) مطبوعہ قم**

60. **تلخیص الحبیر تلخیص المستدرک : شمس الدین ذھبی مطبوعہ بیروت**

61. **اللیالی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعۃ : جلال الدین سیوطی**

62. **امعان النظر شرح شرح نخبۃ الفکر : قاضی محمد اکرم**

63. شرح العقیدۃ الطحاویہ: مولانا احسان اللہ شائق ناشر دار الاشاعت کراچی طباعت مارچ 2009ء